www.urdufanz.com

www.urdufanz.com

Muzamil's Library

Muzamil's Library
MUZAMAL AHMAD
Megestrate Colony H/No.1,
GUJRANWALA.

محمود، فاروق، فرزانہ

اور ___ انسپکٹر جمشید سیریز ۵۹

دروازہ کھلا ہے

اشتیاق احمد

www.urdufanz.com

اہتمام اشاعت
طاہر ایس ملک

جملہ حقوق محفوظ

پبلشر : ترتیب پبلشرز، لاہور
پرنٹر : افضل شریف پرنٹرز، لاہور
کتابت : محمد سعید نامدار
قیمت : پندرہ روپے

ترتیب پبلشرز

1- میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

حدیث شریف

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بال بچوں کے فکر میں مبتلا کر دیتا ہے، تاکہ اس غم و فکر کی وجہ سے اس کے گناہ مٹتے رہیں —

احمد احیاء العلوم، صفحہ نمبر ۳۷، جلد نمبر ۲

www.urdufanz.com

دو باتیں

السلام علیکم!

دروازہ کھلا ہے — نام آپ کو عجیب سا محسوس ہو گا' کچھ غیر جاسوسی بھی لگے گا، لیکن آپ کو فکر کرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں' یہ خالص جاسوسی ناول ہے — یوں تو اس دور میں کوئی بھی چیز خالص ملنا مشکل ہے' اس لیے آپ کو بھی اس ناول میں جاسوسی کے ساتھ ساتھ مزاح کی چاشنی بھی ملے گی اور حیرت اور سپنس بھی — آخر میں آپ چونک بھی اٹھیں گے — جی ہاں' ایسا بھی ہوتا ہے۔

اس بار پورا کیس محمود' فاروق اور فرزانہ نے حل کر مارا ہے — آپ جانتے ہی ہیں کہ محمود کا مشاہدہ فاروق اور فرزانہ کی نسبت تیز ہے' اس لیے اس بار اپنے مشاہدے کے بل پر وہ ان سے دو ہاتھ آگے نکل گیا ہے — ناول آپ کو بالکل مختلف محسوس ہو گا — نہیں ہو گا تو یہ آپ کی سمجھ کا پھیر ہو گا اور آپ کی سمجھ کے پھیر کی ذمے داری مجھ پر ہرگز عاید نہیں ہوتی' سمجھے آپ —

کوٹا

خان رحمان کے کمرے کے دروازے پر ایک زور دار ٹھوکر لگی' دروازہ آواز سے کھلا اور ایک ٹھنگنے قد اور گٹھے ہوئے بدن کا آدمی اندر داخل ہوا — اس نے پیر کی ایڑی مار کر دروازہ بند کر دیا — اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک تھی' ہاتھوں میں نیلے رنگ کا ایک بڑا سا پستول تھا — وہ تن کر کھڑا ہو گیا اور گرج دار آواز میں بولا:

"اپنے کوٹ کی جیب میں سے بٹوہ نکال کر میرے پیروں کی طرف پھینک دو — تم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ تمہاری جیب میں بٹوہ نہیں ہے — ابھی ابھی جب تم نے کاؤنٹر پر کرایہ ادا کیا تھا تو میں نے تمہارے پھولے ہوئے بٹوے کو صاف دیکھا تھا' اگر نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز اس وقت یہاں نہ آتا — تم فکر نہ کرو' میں بٹوے میں اتنی رقم ضرور چھوڑ دوں گا کہ تم واپس اپنے شہر کا ٹکٹ کٹا سکو۔

www.urdufanz.com

"لیکن بھئی، یہ کیا طریقہ ہے، ہم ابھی آ کر بیٹھے بھی نہیں پائے کہ تم آ دھمکے۔۔۔ ہمیں سانس تو لے لینے دیا ہوتا۔" خان رحمان نے مسکرا کر کہا۔

"بعد میں لیتے رہنا سانس، میں بہت مصروف آدمی ہوں۔ آج کم از کم تین آدمیوں پر ہاتھ صاف کرنا ہے اور تم ابھی پہلے آدمی ہو۔"

"کیوں، تین ہی کیوں۔۔۔ کم یا زیادہ کیوں نہیں؟"

"کوٹے کی بات ہے۔۔۔ آج کا کوٹہ مجھے تین ہی آدمیوں کا ملا ہے۔" اس نے بھی لاپروائی کے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" خان رحمان حیرت زدہ رہ گئے۔۔۔ حامد، سرور، ناز اور بیگم خان رحمان کے منہ بھی حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"میرے پاس ان باتوں کا وقت نہیں، اگر بٹوہ فوری طور پر میری طرف نہ اچھالا گیا تو انجام بہت بھیانک ہوگا۔"

"اچھی بات ہے، مجھے بھیانک انجام نہیں چاہیے۔ یہ لو بٹوہ۔" انہوں نے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے بٹوہ نکال کر اس کی طرف اچھال دیا اور اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ انہوں نے سوچا تھا کہ جوں ہی وہ بٹوہ اٹھانے کے لیے جھکے گا، وہ اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔۔۔ آخر فوجی آدمی تھے، اتنی پھرتی تو دکھا ہی سکتے تھے، لیکن انہیں مایوسی ہی ہوئی۔ پستول والے نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔

پستول کی نالی کو ان کی طرف کیے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور نظریں ان پر جمائے ہوئے دوسرے ہاتھ سے بٹوہ اٹھایا، پھر اس میں سے کچھ نوٹ نکال کر ان کی طرف اچھال دیے اور اس کے بعد ان سے بولا:

"تم سب دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ، بلکہ دیوار سے جا لگو۔۔۔ خبردار مڑ کر نہ دیکھنا، ورنہ پتھر کے بن جاؤ گے۔"

اس کا لہجہ غصہ دلانے والا تھا۔۔۔ خان رحمان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔۔۔ اس وقت اگر بیوی بچے ساتھ نہ ہوتے تو وہ نتیجے کی پروا کیے بغیر اس پر ٹوٹ پڑتے۔۔۔ انہوں نے بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو پایا اور منہ دیوار کی طرف کر لیا۔ پھر وہ چاروں دیوار تک چلے گئے۔۔۔ فوراً ہی دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ خان رحمان تیزی سے مڑے اور دروازے کی طرف دوڑے۔ انہوں نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولنے کی کوشش کی، لیکن حملہ آور باہر سے چٹخنی لگا گیا تھا۔۔۔ وہ جھنا اٹھے اور پھر ان کا ہاتھ فون کی طرف بڑھا۔

وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی شمشان نگر پہنچے تھے۔۔۔ یہ ایک پہاڑی علاقہ تھا۔۔۔ شمشان نگر کی سیر انہوں نے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ پہلی بار آنے کا اتفاق ہوا تھا۔۔۔ سکولوں میں ان دنوں گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔۔۔ آنے سے پہلے انہوں نے انسپکٹر جمشید اور پروفیسر داؤد کی

www.urdufanz.com

فیملی کو ساتھ لانے کی بھی پوری کوشش کی تھی، لیکن اس بار وہ ناکام ہو گئے تھے۔

وجہ یہ بنی کہ پروفیسر داؤد تو ایک سائنس کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے اور انسپکٹر جمشید ان دنوں دفتر میں بہت مصروف تھے۔ لہذا انہیں ان کے بغیر ہی آنا پڑا تھا۔ ہوٹل امارہ کی اس قصبے میں بہت شہرت تھی، لہذا انہوں نے پہلے ہی دو کمرے بک کرا لیے تھے۔ یہاں آکر انہوں نے ایک ہفتے کا ایڈوانس کرایہ ادا کیا اور اوپر آگئے۔ انہیں کمرہ نمبر تین سو پندرہ اور تین سو سولہ دیے گئے تھے۔ ابھی وہ آکر بیٹھے ہی تھے کہ وہ ڈاکو آدھمکا۔

"ہیلو، ہمارے کمرے میں ابھی ابھی ڈاکے کی ایک واردات ہوگئی۔ ڈاکو دروازہ بھی باہر سے بند کر گیا ہے۔ فوراً مینیجر کو اوپر بھیجو۔"

انہوں نے ناخوش گوار لہجے میں کہا اور اپنے کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے جھلائے ہوئے انداز میں ریسیور رکھ دیا۔ جلد ہی دروازہ کھلا اور بھاری قد کا ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"میں اس ہوٹل کا مینیجر برٹی ہوں۔ اب بتائیے، کیا ہوا ہے؟"

انہوں نے تفصیل کہہ سنائی۔ مینیجر پوری توجہ سے سنتا رہا، پھر

ان کے خاموش ہونے پر بولا:

"اس نے کوٹے کا لفظ کہا تھا؟"

"ہاں!" وہ بولے۔

"تب تو وہ اورنگے کا آدمی تھا۔"

"اورنگا۔" خان رحمان کے منہ سے حیرت زدہ آواز میں نکلا۔

"ہاں، اس قصبے کا خوف ناک ترین آدمی۔ اس نے بے شمار غنڈے پال رکھے ہیں۔ وہ سارے قصبے میں لوٹ مار کرتے پھرتے ہیں۔"

"اور پولیس، پولیس ان کے خلاف کچھ نہیں کرتی۔" انہوں نے پوچھا۔

"سب لوگوں کا خیال ہے کہ اورنگا پولیس والوں کی جیبیں بھرتا رہتا ہے، لہذا وہ اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتی۔"

"تو کیا حقیقت بھی یہی ہے؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ویسے نظر یہی آتا ہے، کیونکہ اورنگے کے آدمی کبھی پکڑے نہیں جاتے۔ ان کی گرفتاری کے لیے بس رسمی سی کارروائی کی جاتی ہے اور پھر معاملہ پرانا ہو جاتا ہے۔" برٹی نے بتایا۔

"اس قصبے کا سب سے بڑا پولیس افسر کون ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

www.urdufanz.com

"راؤ شمی خان، ایس پی ہے۔"

"کیا یہ بھی اورنگا اور اس کے ساتھیوں کے خلاف کچھ نہیں کرتا؟"

"نہیں، اس کا اور اس کے ماتحتوں کا کہنا یہ ہے کہ ان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ لوٹ مار کی وارداتیں کرنے والوں کا کوئی تعلق اورنگا سے ہے — اب چونکہ کوئی آدمی گرفتار ہی نہیں ہو پاتا — اس لیے اورنگا کے خلاف ثبوت کہاں سے مہیا کیا جائے — یہ تو اسی وقت ممکن ہے کہ کچھ آدمی گرفتار ہو جائیں اور یہ بیان دیں کہ وہ اورنگا کے حکم سے یہ سب کام کرتے ہیں، تب پولیس اسے گرفتار کر سکتی ہے۔"

"تو کیا آج تک کوئی ڈاکو گرفتار کیا ہی نہیں جا سکا؟"

"ایک بار ایک دلیر آدمی نے ڈاکو کے پستول پر ہاتھ ڈال دیا تھا اور اسے بے بس کر کے پولیس کو فون کر دیا تھا۔ پولیس اسے پکڑ کر لے گئی — لیکن ابھی وہ اسے تھانے تک لے کر پہنچے بھی نہیں تھے کہ راستے میں ہی وہ فرار ہو گیا — اسی لیے لوگ یہ کہتے ہیں کہ اورنگا پولیس سے ملا ہوا ہے۔"

"اورنگا کہاں رہتا ہے؟"

"شہر کے کنارے پر اس کی ایک بہت خوب صورت کوٹھی ہے۔" اس نے بتایا۔

"خیر، میں ایس پی راؤ شمی خان سے ملوں گا اور دیکھوں گا کہ وہ اس سلسلے میں کیا کرتا ہے۔" انھوں نے کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہو گا۔" مینیجر نے انکار میں سر ہلایا۔

"خیر، دیکھا جائے گا۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔ مینیجر کمرے سے رخصت ہو گیا تو وہ بولے:

"میں اسی وقت راؤ شمی خان کے پاس جا رہا ہوں۔ تم کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے بیٹھو۔ خبردار، میرے آنے تک کسی کے لیے دروازہ نہ کھولنا۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل آئے —

(۴)

پولیس سٹیشن تک وہ ایک ٹیکسی میں پہنچے — انھوں نے دیکھا، تھانے کی عمارت قلعہ نما تھی — دروازہ لوہے کا تھا اور بڑے دروازے میں ایک چھوٹا سا دروازہ کھلا تھا — اس چھوٹے دروازے کے دوسری طرف سنگین لگی رائفل تھامے ایک کانسٹیبل کھڑا تھا۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر اس کی طرف بڑھے اور اندر داخل ہونے کی کوشش کی، لیکن کانسٹیبل سامنے آ گیا اور بولا:

"کیا بات ہے صاحب؟"

www.urdufanz.com

"مجھے ایک رپورٹ درج کرانی ہے۔"

"ایک گھنٹے بعد آیئے گا۔ ابھی یہاں کوئی آفیسر موجود نہیں ہے جو رپورٹ لکھ سکے۔" اس نے کہا۔

"کیا راؤ شی خان بھی نہیں ہیں۔" وہ بولے۔

"وہ رپورٹ لکھنے کا کام نہیں کرتے۔" کانسٹیبل نے تلخ لہجے میں کہا۔

"لیکن مجھے انہی سے کام ہے۔" یہ کہہ کر خان رحمان کانسٹیبل کو پرے دھکیلتے ہوئے اندر گھس گئے۔

"راؤ شی خان اس طرح کسی سے نہیں ملتے۔ آپ کو پہلے پیغام اندر بھیجنا ہوگا۔"

"میرے پاس اتنا وقت نہیں۔" یہ کہہ کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے اندر کی طرف بڑھے۔ ایک کمرے کے کھلے دروازے کے اوپر انہیں راؤ شی خان کے نام کی تختی لگی نظر آئی۔ وہ بے دھڑک اندر داخل ہوگئے۔ اندر ایک ادھیڑ عمر آدمی سر جھکائے کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی۔ بھنوؤں اور پلکوں کے بال بھی بہت گھنے تھے۔ بال بالکل سیاہ تھے اور ان میں چند بال بھی سفید نظر آرہے تھے۔ اس کے ہاتھ بہت چوڑے اور مضبوط تھے۔ پورا بدن کسی گوریلے کا نظر آ رہا تھا۔ ان کے قدموں کی آواز سن کر بھی اس نے سر اوپر نہ

اٹھایا اور بدستور لکھتے ہوئے بولا:

"کیا بات ہے ٹینڈے۔"

خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔ یہاں ایک انسان کو ٹینڈے کے نام سے پکارا جا رہا تھا۔ شاید یہ اس کانسٹیبل کا نام تھا جو دروازے پر کھڑا تھا۔ اسی وقت وہ بھی آتا دکھائی دیا۔ جب ٹینڈے کی طرف سے راؤ شی خان کو کوئی جواب نہ ملا تو اس نے چونک کر سر اوپر اٹھایا اور انہیں دیکھ کر تلملا سا اٹھا۔

"کون ہیں آپ اور اس طرح میرے کمرے میں کیوں چلے آئے۔ کیا ٹینڈے نے آپ کو کچھ نہیں بتایا۔"

"میں نے یہاں کسی ٹینڈے کو نہیں دیکھا، کیا آپ پولیس سٹیشن میں سبزیاں کاشت کرتے ہیں۔"

"وہاٹ۔" اس کی گرج نے گویا پورے تھانے کو لرزا دیا۔

لیکن خان رحمان پرسکون انداز میں دو قدم آگے بڑھے اور ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت ٹینڈا اندر داخل ہوا۔

"ٹینڈے، یہ کیا بدتمیزی ہے؟" راؤ شی خان نے جھلا کر کہا۔

"میں نے انہیں روکنے کی پوری کوشش کی تھی جناب عالی، لیکن انہوں نے میری ایک نہیں سنی۔"

www.urdufanz.com

"کیوں جناب، آخر آپ کون ہیں؟"

"میرا نام خان رحمان ہے — میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ابھی ابھی دارالحکومت سے آیا ہوں — میں ایک ریٹائرڈ فوجی ہوں، اور میری آبائی زمینیں دارالحکومت کے نواح میں ہیں۔ آپ کے اس قصبے کی سیر کے لیے آئے تھے کہ آتے ہی ایک ڈاکو صاحب کمرے میں آ دھمکے اور بٹوہ ہتھیا کر چلتے بنے — میں یہاں رپورٹ لکھوانے آیا تھا — آخر اس میں اس قدر چراغ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے، کیا آپ لوگوں کا کام یہ نہیں ہے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کو گرفتار کریں اور ان کے ستائے ہوؤں کی رپورٹ درج کریں — اگر ایسا نہیں ہے اور میں کسی غلط جگہ پر آگیا ہوں تو معافی چاہتا ہوں، میں اسی وقت واپس چلا جاتا ہوں، لیکن دارالحکومت پہنچ کر حکام بالا سے میں یہاں کے حالات ضرور بیان کروں گا۔ میرے بھی آخر کچھ لوگوں سے تعلقات ہیں۔"

"ٹینڈے۔" راؤ شی خان نے بُرا منہ بنا کر کہا۔

"یس سر۔"

"ان صاحب کو راجہ منور کے پاس لے جاؤ۔"

"جی بہتر جناب۔" ٹینڈا ان سے بولا۔

"کیا راجہ منور رپورٹ درج کریں گے؟"

"ہاں۔" راؤ شی خان نے پھاڑ سا منہ کھولا۔

خان رحمان اٹھے اور ٹینڈے کے پیچھے چلتے ہوئے راجہ منور کے کمرے میں داخل ہوئے — معلوم ہوا اُس کا عہدہ انسپکٹر کا تھا — یہ ایک نوجوان آدمی تھا — کالے رنگ کا سڈول جسم تھا اس کا۔

"کیا بات ہے ٹینڈے خان؟"

"یہ صاحب کوئی رپورٹ درج کرانے آئے ہیں۔ راؤ صاحب نے کہا ہے، ان کی رپورٹ درج کرلیں۔"

"اچھی بات ہے، تم جاؤ۔"

"جی بہتر۔" ٹینڈے نے کہا اور باہر نکل گیا —

"سو روپے نکالیے۔" راجہ منور بولا۔

"کیسے سو روپے؟"

"نوٹ کی شکل میں ہونے چاہییں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"لیکن کس بات کے؟"

"رپورٹ درج کرانے کی فیس۔"

"لیکن ہمارے ملک کے قانون میں تو رپورٹ لکھوانے کی تو کوئی فیس نہیں ہے۔" خان رحمان حیران ہو کر بولے۔

"یہاں سو روپے فیس کے بغیر رپورٹ درج نہیں کی جاتی۔ آپ کو رپورٹ درج کرانا ہے یا نہیں۔"

"ہاں، کرانی ہے۔ لیکن میرا بٹوہ تو ڈاکو لے گیا ہے۔ اب میں

www.urdufanz.com

سو روپے کہاں سے ادا کروں۔"

"کیا وہ شریف ڈاکو آپ کو کرائے کے پیسے نہیں دے گیا؟"

"ہاں، وہ تو دے گیا ہے۔"

"تو اس میں سے دے دیں۔"

"لیکن ہم واپس کس طرح جائیں گے۔" انہوں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"یہ سوچنا میرا کام نہیں۔"

"اچھی بات ہے، یہ لیجیے سو روپے۔" انہوں نے نوٹ ان کے آگے رکھ دیا۔

راجہ منور نے رپورٹ درج کر لی۔ خان رحمان تھانے سے نکل کر ہوٹل پہنچے اور انسپکٹر جمشید کے نمبر ڈائل کرنے لگے۔

ارے یہ کیا؟

وقت چونکہ دن کا تھا۔ اس لیے خان رحمان نے دفتر کے نمبر ڈائل کیے تھے۔ سلسلہ جلد ہی مل گیا۔ انسپکٹر جمشید کی آواز سنتے ہی وہ بولے:

"یار جمشید، میں تو شمشان نگر میں آتے ہی لٹ گیا۔"

"ارے، یہ کیا سنا رہے ہو۔ کہیں مجھے اور بچوں کو شمشان نگر میں بلانے کے لیے چکر تو نہیں چلا رہے؟" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"نہیں بھئی، یہ سچ ہے کہ میں لٹ گیا ہوں، بلکہ میرے تو پاس تو اتنی نقدی بھی نہیں رہی کہ یہاں دو چار دن ہی گزار سکوں۔ خیر، یہ مسئلہ تو تکلیف دہ نہیں ہے۔ میں ٹریولرز چیک ساتھ لایا ہوں، وہ کیش کرا لوں گا۔ مگر بھئی، وہ بھی تو لوٹے جا سکتے ہیں۔ یہاں کے حالات دیکھ کر تو میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہاں کسی کی دولت محفوظ نہیں، کسی کی عزت محفوظ نہیں۔ خاص

www.urdufanz.com

طور پر دوسرے شہروں سے آنے والوں کے لیے مشکلات ہی مشکلات ہیں۔

"اس قسم کی اڑتی پڑتی خبریں شمشان نگر کے بارے میں میں نے بھی سنی تھیں، لیکن میرا خیال تھا کہ سننے میں جس قدر آتا ہے، حقیقت اس سے بہت کم ہو گی۔ خیر، تمہاری جیب سے کتنی رقم گئی ہے؟"

"بیس ہزار روپے۔"

"چلو خیر، کوئی بات نہیں، صبر کرو۔"

"کیا کہا، صبر کروں؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بھئی، صبر کرو، کیونکہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، اور پھر تم نے سنا نہیں، بزرگوں نے کہا ہے۔ ہاتھ سے جانے والی چیز کا غم نہ کرو۔" انسپکٹر جمشید کی آواز سے شوخی ٹپک رہی تھی۔

"یعنی تمہارا مطلب ہے، میں بیس ہزار روپے کے نقصان پر صبر کر لوں، اپنے کان پر جوں بھی نہ رینگنے دوں۔" خان رحمان کا لہجہ حیرت لیے ہوئے تھا۔

"ہاں، تم کوئی غریب آدمی تو ہو نہیں۔ سونے کی ایک کان کے مالک تو ابھی ابھی بنے ہو۔ اس سے پہلے بھی بہت سی زمین کے مالک ہو۔ آخر تمہیں فرق ہی کیا پڑتا ہے۔"

"ہوں، بات تو ٹھیک ہے۔ خیر، میں صبر کیے لیتا ہوں۔ ایک ٹریولز چیک کیش کرا لیتا ہوں، لیکن جمشید یہاں سیر کے لیے آنے والے

سبھی لوگ میری طرح مال دار تو نہیں ہوتے۔ کچھ ملازم پیشہ قسم کے لوگ بھی تو آتے ہیں۔ جب ان کے بٹوے جیبوں سے نکلوا لیے جاتے ہوں گے تو ان کے دلوں پر کیا گزرتی ہو گی، یہ بھی سوچا تم نے؟"

"ابھی تمہارے بتانے پر سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔" انسپکٹر جمشید شرمسار ہو کر بولے۔

"ویری گڈ، تو سوچنے کی رفتار میں ذرا اضافہ کرو، میں اتنی دیر تک لائن کو مصروف نہیں رکھ سکتا۔"

"ٹھیک ہے، میں نے سوچ لیا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ کرنا ہی ہو گا۔ خیر میں پہلے محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھیج رہا ہوں۔ تم ان کے لیے دو کمرے مخصوص کرا لو، اگر ان سے بھی کام نہ بنا تو پھر میں آ جاؤں گا۔ اس وقت میرا آنا مشکل ہے۔"

"چلو یہی سہی۔ محمود، فاروق اور فرزانہ تو آئیں، پھر تمہارا آنا آسان ہو جائے گا۔" خان رحمان خوش ہو کر بولے۔

"اور ہاں، تم پبلک مقام پر ان سے ملنے کی کوشش نہ کرنا، کمروں میں تم ضرور مل بیٹھ سکتے ہو۔ اب ذرا تفصیل سے بتا دو کہ کیا ہوا ہے۔"

"تم بے فکر رہو۔" اور پھر تفصیل سنا دی۔

دوسرے دن خان رحمان نے ایک چیک کیش کرایا اور ہوٹل

www.urdufanz.com

میں اپنے کمروں کے ساتھ ہی دو، خالی کمرے اور بک کرالیے، لیکن انھوں نے یہ کمرے محمود، فاروق اور فرزانہ کے نام سے بک کرائے تھے۔۔ اسی روز دوپہر سے پہلے محمود، فاروق اور فرزانہ بیگ کندھوں سے لٹکائے ہوٹل ادارہ میں داخل ہوتے۔۔ اس وقت خان رحمان بچوں کے ساتھ ہال میں موجود تھے۔۔ انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر ان کے چہرے کھل اٹھے ؛ تاہم انہیں انسپکٹر جمشید کی ہدایت یاد تھی، اس لیے اپنی میز پر پرسکون انداز میں بیٹھے رہے۔ وہ کاؤنٹر کی طرف بھی سرسری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔ انھوں نے دیکھا، کاؤنٹر پر رکتے ہی محمود نے جیب سے ایک بے تحاشا پھولا ہوا بٹوہ نکالا اور اس میں سے کئی سرخ سرخ نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر ڈال دیے۔۔

"ہمارے نام محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔۔ ہمارے لیے دو کمرے مخصوص کرائے گئے تھے، ان کا ایک ہفتے کا کرایا پیشگی ان نوٹوں میں سے گن لو، اگر یہ کم ہوں تو بتا دو اور ہمارے کمروں کے نمبر کیا ہیں ؟"

"چوتھی منزل جناب، کمرہ نمبر تین سو سترہ اور اٹھارہ۔"

یہ کہہ کر کلرک نوٹ گننے لگا، پھر چند نوٹ محمود کو واپس دیتے ہوئے بولا :

"یہ زائد ہیں جناب۔۔"

"تو انہیں اپنی ٹپ سمجھو۔" محمود نے رئیسانہ انداز میں کہا۔

"جی۔" کلرک بھونچکا رہ گیا۔۔ شاید اسے زندگی میں اتنی بھاری ٹپ کبھی نہیں ملی تھی۔

"ہاں بھئی، یہ تمہاری ٹپ ہے۔ آؤ بھئی چلیں۔"

کلرک ابھی تک ہکا بکا تھا۔ نوٹ ابھی تک کاؤنٹر پر پڑے تھے۔۔ پھر اس نے دو بیروں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے تینوں کا سامان اٹھا لیا اور انہیں لفٹ کی طرف لے چلے۔ جب تینوں کلرک کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اس وقت اس نے نوٹ اٹھائے اور جیب میں ڈال لیے۔۔ اسی وقت ایک سیاہ رنگ کا آدمی کاؤنٹر پر آیا۔

"بڑی بھاری ٹپ ملی آج تو، میرا حصہ نہیں دوگے ؟"

کلرک نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کا رنگ سفید پڑ گیا۔

"مسٹر بارو تم۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں میں۔۔ چلو خیر، حصے کی بات چھوڑو۔۔ یہ بتاؤ، ان کے کمروں کے نمبر کیا ہیں ؟"

"کمرہ نمبر ۳۱۷، ۳۱۸۔۔ چوتھی منزل۔"

"ٹھیک ہے، اپنا حصہ ہم خود ہی ان سے وصول کریں گے۔"

www.urdufanz.com

"لیکن مسٹر بارو، یہ بے چارے تو بچے ہیں اور ابھی ابھی آئے ہیں" کلرک نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں، لیکن ہیں کسی بہت رئیس خاندان کے۔ تم فکر نہ کرو، یہ اپنے گھر سے اور پیسے منگا لیں گے۔ خبردار کسی کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ ان کے کمروں کے نمبر میں نے تم سے پوچھے تھے! ورنہ تم مجھے جانتے ہی ہو پچھلی مرتبہ کیا حشر کیا تھا تمہارا۔" بارو نے سرد آواز میں کہا اور کلرک کانپ اٹھا۔

بارو یہاں کبھی کبھار ہی نظر آتا تھا۔ یہ بات مشہور تھی کہ بارو اورنگے کا خاص آدمی ہے اور قصبے میں من مانی کرتا پھرتا ہے، کوئی اسے ٹوکنے یا روکنے والا نہیں۔ پولیس بھی اس سے بات کرتے ہوئے گھبراتی ہے۔ یہ بات بعد میں کرتا ہے۔ پستول جیب سے نکال کر فائر پہلے کرتا ہے۔ ایک مرتبہ پہلے بھی یہ ہال میں ایک شکار کے پیچھے نظر آیا تھا۔ اس نے کلرک سے اس کے کمرے کا نمبر پوچھا تھا۔ کلرک کو اس وقت اس کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم نہیں تھا۔ اس کے کاؤنٹر سے ہٹتے ہی اس نے مسافر کو خبردار کر دیا اور وہ اپنے کمرے سے نکل کر ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکل بھاگا، بس پھر کیا تھا، بارو نے کلرک کی وہ مرمت کی تھی کہ آج تک یاد آنے پر کانپ اٹھتا تھا۔ مزے کی بات یہ کہ جب اس مار پیٹ

کی رپورٹ لکھوانے وہ پولیس اسٹیشن گیا تو پہلے تو اسے کسی نے گھاس ہی نہیں ڈالا اور جب اس نے سو روپے کا ایک نوٹ صرف رپورٹ درج کرنے کے لیے دیا تو رپورٹ لکھ لی گئی۔ لیکن آج تک اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا کلرک نے بھی چپ سادھ لینے میں ہی اپنی بہتری سمجھی تھی۔ اس قصبے میں اس کا آبائی مکان تھا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اس میں رہتا تھا۔ اس کی ایک بوڑھی ماں بھی تھی۔ ملازمت چھوڑنا بھی اس کے لیے ممکن نہیں تھا، لہٰذا صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ آج بارو پھر ہوٹل میں نظر آیا تھا۔ لیکن اس بار کلرک نے ہوٹل کے نئے مسافروں کو خبردار کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اس نے دیکھا، بارو ایک میز پر بیٹھ گیا تھا اور اس طرح سوچ میں گم ہو گیا جیسے اسے سوچنے کے سوا دنیا میں کوئی کام نہ ہو۔ ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ فاروق واپس آتا نظر آیا۔ اس کا رخ بیرونی دروازے کی طرف تھا۔ کاؤنٹر کے پاس سے گزرا تو کلرک بولا:

"خیر تو ہے جناب"

"میری جیب میں چابیوں کا ایک گچھا تھا، شاید وہ ٹیکسی کا بل ادا کرتے وقت جیب سے گر گیا، وہی دیکھنے جا رہا

www.urdufanz.com

ہوں — کوئی خاص بات نہیں " یہ کہہ کر فاروق آگے بڑھ گیا۔
اس نے یہ الفاظ ذرا بلند آواز میں کہے تھے — کلرک نے اسی
وقت بارو کو اٹھتے دیکھا —

○

بارو کے لفٹ میں سوار ہوتے ہی خان رحمان بھی اٹھ کھڑے
ہوئے — انہوں نے حامد، سرور اور ناز کو بھی اٹھنے کا اشارہ
کیا اور لفٹ کی طرف بڑھے — ان حالات میں وہ بھی پیچھے
نہیں رہ سکتے تھے۔ انہوں نے صاف محسوس کیا تھا کہ اس شخص
(بارو) کو دیکھ کر کلرک کا رنگ اڑ گیا تھا اور اب بارو اوپر
جا رہا تھا — وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کیا یہ شخص محمود فاروق اور
فرزانہ کے کمرے میں جا رہا ہے — انہوں نے فاروق کو باہر جاتے
بھی دیکھا اور اس کا جملہ بھی سنا تھا، لہذا اس کی طرف سے
انہیں کوئی پریشانی محسوس نہیں ہوئی تھی —

لفٹ اوپر جا چکی تھی، انہیں چند سیکنڈ انتظار کرنا پڑا۔
پھر وہ اوپر پہنچے، لیکن انہیں بارو کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ آخر
وہ اپنے کمرے نمبر ۲۱۶ کی طرف بڑھے، تاکہ مدد کے لیے ان کے
نزدیک رہیں —

ادھر بارو نے اوپر پہنچتے ہی کمرہ نمبر ۲۰۰ کے دروازے پر
دستک دی تھی — ۲۱۸ پر تو ابھی تک تالا لگا ہوا تھا۔ دروازہ
فوراً ہی کھل گیا اور محمود کی صورت دکھائی دی۔

"جی فرمائیے " اس نے خوش اخلاق لہجے میں کہا۔

"مجھے تم سے کچھ کام ہے " بارو نے نرم آواز میں کہا۔

"تشریف لے آئیے " محمود نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔
اندر فرزانہ سامان کو ترتیب سے لگا رہی تھی — محمود کے
دروازے کے پاس سے ہٹتے ہی بارو نے دروازہ اندر سے بند
کر دیا اور پھر کرخت آواز میں بولا :

"اس سے پہلے کہ تمہارا بھائی اوپر آئے، اپنا بٹوہ نکال
کر میری طرف اچھال دو —" بارو نے کہا — اس نے پستول نکالنے
کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی —

"جی، کیا مطلب ؟" محمود بوکھلا کر بولا۔

"بٹوہ نکالو، آئیں بائیں شائیں نہ کرو "

"لیکن جناب، یہ کیسے ہو سکتا ہے "

"تم اس طرح نہیں سمجھو گے " یہ کہہ کر اس نے پستول
جیب سے نکال لیا اور اس کی طرف نالی کا رخ کرتے ہوئے بولا : "اگر
تم نے بٹوہ نہ اچھال دیا تو پھر اس پستول کی ایک گولی کھانا
پڑے گی "

www.urdufanz.com

"ارے باپ رے ۔ یہاں تو پستول نکل آئے ۔ ٹھہرو، ٹھہرو، میں بٹوہ دیتا ہوں۔" محمود نے بوکھلا کر کہا اور پھر جیب سے پھولا ہوا بٹوہ نکال کر اس کی طرف اچھال دیا۔ اس نے بٹوہ ہاتھ میں دبوچ لیا اور انہیں منہ دوسری طرف کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے منہ دوسری طرف کر لیے۔ فوراً ہی انہوں نے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی ۔ وہ تیزی سے مڑے اور دروازے کی طرف بڑھے۔ فرزانہ نے بلند آواز میں کہا۔

"انکل جلدی سے دروازہ کھول دیجیے۔"

خان رحمان خود بھی اسی غرض کے لیے کمرے کے قریب کھڑے تھے۔ انہوں نے دروازہ باہر سے کھول دیا۔

"آپ یہیں ٹھہریے گا۔" محمود نے تیزی سے سیڑھیوں کی طرف دوڑتے ہوئے کہا۔ فرزانہ بھی اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ انہوں نے پوری رفتار سے سیڑھیاں طے کیں اور صدر دروازے کی طرف بڑھے۔ انہوں نے صاف محسوس کیا تھا کہ بارو ابھی لفٹ سے نہیں اترا۔ باہر نکلتے ہی انہیں فاروق ایک ٹیکسی میں بیٹھا نظر آیا۔ وہ اس کی طرف بڑھے۔ اسی وقت انہیں شیشے کی دیوار میں سے ڈاکو لفٹ سے نکلتا نظر آیا۔ وہ ترچھی نظروں سے اس سمت میں دیکھنے کے قابل تھے۔ انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں ڈاکو پچھلے دروازے سے نہ نکل جائے، لیکن

شاید یہ بات اس کی شان کے خلاف تھی۔ اس لیے اس نے صدر دروازے کا ہی رخ کیا۔ باہر نکل کر وہ ایک کار کی طرف بڑھا۔ دوسرے ہی لمحے کار روانہ ہو گئی۔

اس وقت تک محمود اور فرزانہ ٹیکسی میں فاروق کے ساتھ بیٹھ چکے تھے۔

"ہاں بھئی، سیدھے چلو۔" محمود نے کہا۔ اس نے یہ کہنا مناسب خیال نہ کیا کہ اس کار کا تعاقب کرنے کے لیے کہے۔ بارو کی کار کی رفتار زیادہ نہیں تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ اس کی سواریاں اس کار کا تعاقب کر رہی ہیں، لہذا وہ رفتار بڑھاتا ہوا اس کار سے آگے نکل گیا۔ یہ دیکھ کر تینوں پریشان ہو گئے۔

"ذرا آہستہ چلاؤ بھئی، ہماری بہن تیز ڈرائیونگ سے ڈرتی ہے۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"بہت اچھا۔" ڈرائیور نے منہ بنایا۔ شاید وہ تیز چلانے کا شوقین تھا۔

اور پھر ٹیکسی اور بارو کی کار کا درمیانی فاصلہ بہت کم ہو گیا۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ ڈاکو انہیں دیکھ نہ سکے، اس لیے انہوں نے اپنے چہرے نیچے کر رکھے تھے۔ اسی وقت بارو کی کار آگے نکل گئی، لیکن درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں ہوا۔ ڈرائیور

www.urdufanz.com

رفتار اس حد تک کم کرنے پر بھی تیار نہیں تھا۔ یہی ان کے لیے بہتر بھی تھا۔

یہ تعاقب تقریباً پندرہ منٹ جاری رہا، پھر انہوں نے کار کو ایک محل نما عمارت کے سامنے رکتے دیکھا۔

"بس بھئی، ہمیں یہیں اتار دو۔ شاید ہماری خالہ کا گھر یہیں کہیں ہے، تلاش کرنا پڑے گا۔ زندگی میں پہلی بار اس قصبے میں آئے ہیں نا۔"

ڈرائیور نے ٹیکسی روک لی۔ انہوں نے بل ادا کیا اور پیدل محل نما عمارت کی طرف بڑھے۔ انہوں نے دیکھا، ان کی جیب سے بٹوہ نکالنے والا عمارت میں داخل ہو رہا تھا۔

"فاروق، تم اس کار کے نمبر نوٹ کر لو۔ میں اکیلا اندر جاؤں گا۔" محمود نے کہا۔

"میرے خیال میں تمہارا اکیلے اندر جانا کچھ مناسب نہیں ہوگا۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"تو پھر کیا مناسب ہوگا۔"

"یہ کہ ہم سے ایک تمہارے ساتھ اندر جائے اور ایک باہر ٹھہرے۔"

"تو ٹھیک ہے، میں باہر ٹھہروں گی، تم دونوں اندر چلے جاؤ۔" فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"اپنے لیے ہمیشہ آسان کام چنتی ہے۔" فاروق بڑبڑایا۔

"کیا کہا تم نے؟"

"تمہارے لمبے کان ہیں۔ ان سے کام لیا کرو نا۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"میرا خیال ہے، یہ وقت باتوں کا نہیں۔ ہمیں بے دھڑک اندر داخل ہو جانا چاہیے۔" محمود نے مشورۃً کہا۔

"آؤ پھر۔" فاروق بولا اور دونوں عمارت کے دروازے کی طرف بڑھے۔ بارو اندر جا چکا تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر دروازے کو دھکیلا، لیکن دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ وہ حیران رہ گئے، کیونکہ ان سے پہلے اندر داخل ہونے والے ڈاکو نے دروازہ دھکیلا تھا تو کھلتا چلا گیا تھا۔ تو کیا بارو اسے اندر سے بند کر گیا تھا۔

اسی وقت محمود کو دروازے میں لکڑی کی ایک مٹھ ابھری نظر آئی۔ اس نے اسے دبایا تو دروازہ ایک دم کھلتا چلا گیا۔ دونوں اندر گھس گئے۔ ان کے سامنے ایک پختہ سڑک تھی۔ انہیں لوٹنے والا اس سڑک پر کہیں نظر نہ آیا۔ انہیں حیرت تھی۔ یہ کس قسم کی عمارت ہے، کوئی ذی روح اندر نظر ہی نہیں آ رہا ہے۔ نہ چوکیدار، نہ کوئی اور۔ یہاں تو مخالف بہت آسانی سے حملہ کر سکتے ہیں۔

www.urdufanz.com

لیکن ان کا یہ خیال غلط نکلا۔ اسی وقت چار پستول بردار سامنے سے آتے نظر آئے۔ ان کے تیور بڑے خطرناک نظر آ رہے تھے ۔۔۔ ان میں سے ایک نے گرج کر کہا۔

"تم لوگ کون ہو، اندر داخل ہونے کا طریقہ تمہیں کس نے بتایا ۔۔۔ اندر داخل ہونے کے بعد تم نے اپنے بارے میں اطلاع کیوں نہ دی؟"

وہ چونک اٹھے۔ اب انہیں خیال آیا، دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی بائیں طرف لکڑی کا ایک چھوٹا سا کیبن نظر آیا تھا ۔۔۔ اس کیبن میں کوئی شخص تو موجود نہیں تھا؛ البتہ میز پر بجلی کے چند بٹن ضرور لگے تھے، شاید ان میں سے کسی کو دبا کر اپنے بارے میں بتانا پڑتا تھا۔ اندر داخل ہونے کے بعد انہوں نے اس کیبن کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ اور سیدھے بڑھتے چلے گئے تھے ۔۔۔

"ہم نے اطلاع دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی، کیونکہ ہم جہاں بھی جاتے ہیں، بغیر اطلاع کے جاتے ہیں۔ یہ ہماری خاص عادت ہے ۔۔۔ اس طرح دوسرے کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔" فاروق نے بیوقوفوں کے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟ کہیں تم پاگل تو نہیں ہو۔"

"پاگل، وہ کیا ہوتا ہے؟"

"مجھے تو یہ بہت چالاک نظر آتے ہیں۔ انہیں پکڑ کر اندر لے چلو۔" دوسرا بولا۔

اور انہیں بازوؤں سے پکڑ کر آگے کی طرف دھکیلا جانے لگا۔ سڑک ختم ہوتے ہی انہیں دائیں طرف اونچائی پر ایک برآمدہ نظر آیا۔ برآمدہ سنگ مرمر کا تھا، وہ اس پر چلنے لگے اور آخر ایک کمرے کے سامنے رک گئے ۔۔۔ ان چاروں میں سے ایک نے دروازے پر تین بار دستک دی تو اندر سے آواز آئی:

"کیا بات ہے؟"

"ہم نے دو لڑکوں کو پکڑا ہے۔ یہ اندر گھس آئے تھے۔" ایک پستول والے نے کہا۔

"لڑکوں کو پکڑا ہے؟" اندر سے حیرت بھری آواز سنائی دی ۔۔۔ ساتھ ہی دروازہ کھل گیا اور پستول برداروں نے انہیں اندر دھکیل دیا ۔۔۔

انہوں نے دیکھا، اندر ایک تخت بچھا تھا۔ اس تخت پر بڑی بڑی مونچھوں اور بھاری بھرکم چہرے والا ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخ لکیریں تھیں، جن کی وجہ سے وہ بہت خوفناک دکھائی دے رہا تھا ۔۔۔ بڑی بڑی مونچھوں نے اس کی خوفناکی میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے دائیں طرف ایک کرسی پر وہ ڈاکو بیٹھا تھا، جس نے ان سے بٹوہ چھینا تھا ۔۔۔

www.urdufanz.com

اس کی نظریں جوں ہی ان پر پڑیں، وہ زور سے چونکا — آنکھوں میں حیرت کے دیے جل اٹھے — اس کے علاوہ بھی اس بڑے کمرے میں کچھ لوگ تھے —

"یہ کون ہیں؟"

"ہم نہیں جانتے ماسٹر اورنگا" ایک پستول بردار نے کہا۔

"تم لوگ خود بتاؤ، یہاں کیسے چلے آئے؟"

"آپ کے اس آدمی نے ہمارا بٹوہ اڑایا ہے" محمود نے بے خوف ہو کر بارو کی طرف اشارہ کیا —

"کیوں بارو، کیا یہ درست ہے؟"

"جی نہیں" بارو نے مسکرا کر کہا

"اس کی جیب میں ابھی تک ہمارا بٹوہ موجود ہے" محمود نے گویا احتجاج کیا —

"جب میں نے اڑایا ہی نہیں تو بٹوہ میرے پاس کیوں موجود ہونے لگا" بارو بولا۔

"ٹھیک ہے، انہیں اپنی جیب الٹ کر دکھا دو"

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے ماسٹر اورنگا" بارو نے منہ بنایا —

"میں نہیں چاہتا، میرے کسی آدمی کو چور یا ڈاکو خیال کیا جائے" اورنگا نے کہا۔

"بہت بہتر — بارو نے کہا اور انہیں اپنی جیبیں الٹ کر دکھا دیں —

"اب تم لوگ جا سکتے ہو" اورنگا نے کہا۔

"خیر، ہم پولیس سٹیشن جائیں گے"

"ضرور ضرور، لیکن تم یہ بات کس طرح ثابت کرو گے کہ میرے اس آدمی نے تمہارا بٹوہ اڑایا ہے"

"دیکھا جائے گا — یہ کام یوں بھی پولیس کا ہے"

"ٹھیک ہے، تم لوگ جا سکتے ہو۔ جاؤ، انہیں دروازے کے باہر چھوڑ آؤ" اورنگا نے پستول برداروں سے کہا۔

"جی بہتر"

اور وہ انہیں پکڑ کر باہر لے گئے — ان کے جاتے ہی اورنگا بارو کی طرف مڑا —

"یہ لڑکے یہاں تک کس طرح پہنچ گئے"

"میں خود حیران ہوں — میں تو انہیں کمرے میں بند کر آیا تھا — اوہ ہاں یاد آیا — ایک لڑکا اپنی چابیوں کا گچھا لینے سڑک پر نکل گیا تھا — شاید یہ اس وقت اوپر واپس پہنچا ہوگا۔ جب میں لفٹ میں سوار ہوا، بس اس نے دروازہ کھول دیا اور پھر انہوں نے میرا پیچھا کر ڈالا — میں نے ایک ٹیکسی کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تھا، لیکن کوئی توجہ نہیں دی تھی"

www.urdufanz.com

"حیرت ہے، آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی میرے کسی آدمی
کے تعاقب میں یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہو۔ خیر، وہ
بٹوہ نکالو جو تم نے ان کا اڑایا ہے۔"

بارو نے لباس کے نیچے ہاتھ ڈال کر بٹوہ نکالا اور اوزنگا
کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے پھولے ہوئے بٹوے کو دیکھ کر خوشی
سے پلکیں جھپکائیں اور اس میں سے نوٹ نکالے۔ تمام نوٹ سو سو
کے تھے۔ جوں ہی اس نے دیکھے، اس کے منہ سے حیرت زدہ
الفاظ میں نکلا:

"ارے، یہ کیا؟"

کیسے نوٹ

محل نما عمارت سے نکلتے ہی انہیں ایک ٹیکسی مل گئی تھی۔
ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے محمود نے کہا:

"پولیس سٹیشن چلنا ہے۔"

"وہاں جانے کی کیا ضرورت پڑ گئی دوستو۔" ڈرائیور نے
حیران ہو کر کہا۔

"ہمیں لوٹ لیا گیا ہے۔"

"تب پھر پولیس سٹیشن جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"
ڈرائیور نے ٹیکسی کا انجن سٹارٹ کیے بغیر کہا۔

"کیوں؟" فرزانہ بولی۔

"اس لیے کہ یہاں کی پولیس چوروں اور ڈاکوؤں کے
سامنے بے بس ہے۔ یا پھر ڈاکوؤں سے مل گئی ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ ڈاکو پکڑے نہیں جاتے، دندناتے پھرتے ہیں۔"

"خیر، تم چلو تو۔ دیکھیں تو سہی، کیا ہوتا ہے۔"

www.urdufanz.com

"اچھا، جیسے تم لوگوں کی مرضی۔" یہ کہہ کر اس نے ٹیکسی چلا دی۔

تھوڑی دیر بعد وہ تھانے کے سامنے رکے اور ٹیکسی سے اتر کر سیدھے تھانے کے چھوٹے دروازے کی طرف بڑھے۔

"اے، کہاں منہ اٹھا کر چلے آ رہے ہو؟" دروازے پر موجود کانسٹیبل نے کہا۔

"کیوں، کیا یہ تھانہ نہیں ہے؟" فاروق نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، تھانہ ہی ہے۔ تم کس سلسلے میں ادھر آئے ہو؟"

"ڈاکے کی ایک رپورٹ درج کرانی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمیں لوٹ لیا گیا ہے۔"

"بھاگ جاؤ، یہاں کوئی رپورٹ وغیرہ درج نہیں ہوتی۔"

"لیکن ابھی ابھی تو آپ نے اس عمارت کو تھانہ تسلیم کیا ہے۔" فاروق نے معصومانہ لہجے میں کہا۔

"تم جاتے ہو یا نہیں۔"

"نہیں۔" یہ کہہ کر محمود تیزی سے کانسٹیبل کے پاس سے نکل گیا۔ اس نے محمود کو روکنے کے لیے رخ اس کی طرف کیا ہی تھا کہ فاروق اور فرزانہ نے بھی اندر گھسنے میں دیر نہ لگائی۔ ٹیکسی ڈرائیور جو ابھی تک وہاں کھڑا تھا، یہ منظر دیکھ کر حیران

رہ گیا۔ اسے ان تینوں سے اس حرکت کی امید ہرگز نہیں تھی۔ اس نے سوچا، اب ان تینوں کی اندر درگت بنا دی جائے گی۔ اس نے دل میں افسوس محسوس کیا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

ادھر وہ تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے آگے بڑھے اور کانسٹیبل ارے ارے کرتا ان کے پیچھے دوڑا۔ انہوں نے اس کے دوڑتے قدموں کی آواز سنی تو خود بھی بھاگنے لگے۔ دوڑتے قدموں کی آوازوں سے تھانہ گونج اٹھا۔ کانسٹیبل دو تین کمروں سے حیران ہو کر باہر نکلے اور اس منظر کو دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اتنے میں ایک سب انسپکٹر ایک دروازے پر نمودار ہوا اور گرج دار آواز میں بولا:

"شیر خان، یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"جی۔ وہ۔ وہ۔ یہ۔" ان کے پیچھے دوڑنے والے کانسٹیبل نے ہکلا کر کہا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے ذرا دیر کے لیے بھی بریک نہیں لگائی تھی۔ ان کے سامنے ایک کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور اس میں ایک آفیسر بیٹھا تھا۔ وہ اس کی سیدھ میں بڑھتے چلے گئے۔ دروازے پر انہیں ایک نیم پلیٹ لگی نظر آئی۔ اس پر لکھا تھا، راؤ شنی خان سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ وہ کسی جھجک کے بغیر اس میں داخل ہو گئے۔ راؤ شنی خان پہلے ہی اس ہڑبونگ کی وجہ سے تلملایا ہوا

www.urdufanz.com

تھا۔ اور دروازے میں سے باہر دیکھ رہا تھا۔ ان کے اندر داخل ہونے پر اس کا پارہ اور چڑھ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، کانسٹیبل اندر آ پہنچا۔

"کیوں شیر خان، یہ کیا مصیبت ہے؟"

"میں نے انہیں روکا تھا جناب، لیکن انہوں نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔" شیر خان نے ہانپ کر کہا۔

"یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہم تو پرسکون انداز میں اندر کی طرف چلے آ رہے تھے۔ اس نے ہمارے پیچھے دوڑ لگا دی، لہذا ہمیں بھی بھاگنا پڑا۔ قصور کس کا ہوا جناب؟"

"خاموش رہو، کون ہو تم؟" اس نے سگریٹ سے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"جی انسان۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"آپ کے اس قصبے میں پردیسی ہیں۔ سیر و تفریح کی غرض سے آئے تھے، لیکن ہمیں لوٹ لیا گیا۔"

"اوہو، تو تم رپورٹ لکھوانے آئے ہو۔ شیر خان، تم ایک دم نالائق ہوتے جا رہے ہو۔ کل تم ایک آدمی کو میرے کمرے تک آنے سے نہیں روک سکے تھے، آج پھر یہ میرے کمرے تک پہنچ گئے۔ میں کہتا ہوں، جو لوگ رپورٹ درج کرانے آتے ہیں، وہ

میرے کمرے میں کیوں چلے آتے ہیں۔ انہیں راجہ منور کے کمرے میں لے جاؤ۔"

"جی بہتر۔" شیر خان نے سہم کر کہا اور ان سے بولا۔

"آیئے جناب۔"

"تو پہلے ہی ہمیں سیدھی طرح راجہ منور صاحب تک پہنچا دیا ہوتا، دوڑ لگوانے کی کیا ضرورت تھی۔" فاروق نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

چند سیکنڈ بعد وہ ایک نوجوان پولیس افسر کے سامنے بیٹھے تھے اور راجہ منور انہیں بری طرح گھور رہا تھا۔

"تو تمہارا بٹوہ لوٹ لیا گیا؟"

"ہاں، ہم رپورٹ درج کرانے آئے ہیں۔"

"ایک سو روپیہ نکالیے۔"

"وہ کس چیز کا؟"

"رپورٹ درج کرانے کی فیس۔"

"لیکن کس قانون کی رو سے۔"

"یہاں ہمارا اپنا قانون ہے۔" راجہ منور نے کہا۔

"لیکن ہمارا تو خیال تھا کہ ہمارے پورے ملک میں ایک قانون چلتا ہے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"تمہارا خیال غلط تھا۔ سو روپے نکالو۔"

www.urdufanz.com

"ہمیں افسوس ہے، ہم آپ کو سو روپے نہیں دے سکتے۔"

"اس صورت میں رپورٹ درج نہیں کی جائے گی۔"

"آپ ہمیں لکھ کر دے دیں کہ رپورٹ درج نہیں کی جائے گی۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر سو روپے نہیں دیتے تو چلتے پھرتے نظر آؤ — کوئی رپورٹ درج نہیں کی جائے گی — پہلے ہی تھانے میں ہڑبونگ مچا چکے ہو، کہیں ہم تمہیں پکڑ کر حوالات میں بند نہ کر دیں۔"

"اگر آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کر کے دیکھ لیں۔" فاروق نے بھنا کر کہا۔

"میں نے کہا نا، چلتے پھرتے نظر آؤ — ورنہ سچ مچ سلاخوں کے پیچھے نظر آؤ گے۔"

"آؤ بھئی چلتے پھرتے نظر آئیں — معلوم ہوتا ہے، انہیں دوسروں کو چلتے پھرتے دیکھنے کا بہت شوق ہے۔" فاروق نے برا سا منہ بنا کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا — دونوں نے اس کا ساتھ دیا —

تینوں تھانے سے باہر نکلے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل پہنچے —

"اوپر جانے سے پہلے کچھ کھا پی کیوں نہ لیا جائے، تھک

گئے ہیں۔" فرزانہ نے تجویز پیش کی —

"ہاں ٹھیک ہے۔"

انہوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ کھانا آیا۔ کھا کر فارغ ہوئے تو محمود نے بیرے کو سو سو روپے والے دو نوٹ دیے۔ بیرا نوٹ لے کر مڑا ہی تھا کہ ایک گونج دار آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی —

"ٹھہرو، ان کے نوٹ جعلی ہیں، انہیں جعلی نوٹ چلانے کے جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے۔"

اس جملے نے ہال میں موجود سب لوگوں کو پہلے تو پولیس انسپکٹر راجہ منور کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا، پھر راجہ منور کے ساتھ ساتھ لوگوں کی نظریں ان تینوں پر جم گئیں —

"جی کیا مطلب؟" بیرے کے منہ سے نکلا۔

"ہمیں ایک خفیہ فون موصول ہوا ہے، ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہوٹل شمشان میں ٹھہرنے والے دو لڑکوں اور ایک لڑکی کے پاس سو سو روپے والے جعلی نوٹ ہیں۔ یہ اطلاع ملتے ہی میں یہاں پہنچ گیا — جب میں نے کاؤنٹر کلرک سے ان کے

www.urdufanz.com

بارے میں پوچھا، تو اس نے ان کی طرف اشارہ کر دیا۔ اسی
وقت انھوں نے سو سو روپے والے کئی نوٹ نکال کر بیرے کو
دیے تھے؛ چنانچہ میں انہیں گرفتار کر رہا ہوں۔"

محمود، فاروق اور فرزانہ نے دیکھا، کاؤنٹر پر وہی کلرک
موجود تھا اور اس کا منہ حیرت اور نفرت سے کھلا ہوا تھا،
جیسے کہہ رہا ہو — اور تو اسی لیے انھوں نے سو سو روپے
کے کئی نوٹ مجھے بطور ٹپ دے دیے تھے —

راجہ منور دو کانسٹیبلوں کے ساتھ ان کے نزدیک پہنچ
چکا تھا — اسی وقت محمود نے پرسکون آواز میں کہا:

"آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے جناب۔"

"یہ بات تو ابھی ثابت ہو جائے گی کہ ہمیں کسی نے
غلط اطلاع دی ہے یا صحیح — ویسے مجھے سو فیصد یقین ہے کہ
ہمیں سو فی صد درست اطلاع دی گئی ہے۔"

"ایک ہی جملے میں دو مرتبہ سو فی صد، خوب بہت خوب!"
فاروق نے خوشی کا اظہار کیا —

"کیسے ثابت ہو جائے گی؟"

"میں جعلی نوٹوں کی شناخت کے ایک ماہر کو ساتھ لایا ہوں۔"
راجہ منور نے اپنے بائیں ہاتھ کھڑے ایک نوجوان کی طرف اشارہ
کیا —

"یہ اچھی بات ہے۔ آئیے جناب، ان نوٹوں کو چیک کر
لیجیے — اور اگر یہ نقلی ثابت ہوں تو راجہ منور صاحب آپ
ہمیں گرفتار کر لیجیے — ویسے یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ
کسی کی اطلاع پر تو آپ دوڑے آتے ہیں، لیکن جب ہم
نے ڈاکے کی رپورٹ درج کرنے کے لیے کہا تو اس کے لیے
آپ نے سو روپے کا نوٹ طلب کیا، کیا اس اطلاع کے ساتھ
آپ کو سو کا نوٹ بھی ملا تھا۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ملا تھا۔" راجہ منور دانت پیس کر بولا اور نوٹوں
کے ماہر کو اشارہ کیا —

اس نے بیرے کو دیے جانے والے دونوں نوٹ چٹکی میں
پکڑ کر باری باری دیکھے، پھر کچھ اور غور سے ان کا جائزہ
لیا — اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے، پھر
اس نے جیب سے ایک بڑا سا عدسہ نکالا اور اس کی مدد
سے نوٹوں کا جائزہ لیا — آخر اس نے کہا:

"مجھے افسوس ہے راجہ صاحب، یہ نوٹ بالکل اصلی ہیں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ، اچھی طرح اطمینان کر
لیجیے۔ مجھے ملنے والی اطلاع غلط تو نہیں ہو سکتی۔" راجہ
منور کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی —

"میں بہت اچھی طرح اطمینان کر چکا ہوں — یہ نوٹ

www.urdufanz.com

بالکل اصلی ہیں" ماہر نے کہا۔

"تم لوگوں کے پاس جتنے بھی نوٹ ہیں، نکال کر میز پر ڈال دو۔ ان سب نوٹوں کا معائنہ کیا جائے گا۔"

"بہت بہتر" محمود نے کہا اور چند نوٹ نکال کر میز پر ڈال دیے۔ فاروق اور فرزانہ نے بھی یہی کیا۔

ماہر نے اب ان نوٹوں کا جائزہ لیا اور انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا:

"نہیں راجہ صاحب، یہ سب نوٹ بالکل اصلی ہیں۔"

"اچھا، ادھر آئیے۔ اطلاع دینے والے نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ ان لوگوں نے کاؤنٹر کلرک کو کئی سو روپے کی ٹپ بھی دی تھی۔ ذرا ان نوٹوں کو بھی دیکھ لیا جائے۔"

"کئی سو روپے کی ٹپ" ماہر بھونچکا رہ گیا۔

"ہاں، اب ذرا وہ نوٹ چیک کرلیں، آئیے۔"

وہ کاؤنٹر کی طرف چلے۔ پورا ہال اب اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ بھی اپنی میز پر نہیں ٹھہرے، ان لوگوں کے پیچھے کاؤنٹر تک پہنچ گئے۔ دور کونے میں خان رحمان، حامد، سرور اور ناز بیٹھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ محمود، فاروق اور فرزانہ کیا پروگرام طے کرکے یہاں آئے ہیں اور

وہ اس سلسلے میں کیا کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بیگم خان رحمان ہال میں نہیں آئی تھیں۔ انہیں غیر مردوں کے درمیان بیٹھنا ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت بھی وہ اپنے کمرے میں تھیں۔

"مسٹر نواز، وہ نوٹ تو آپ کے پاس ہوں گے جو ان لوگوں نے آپ کو بطور ٹپ دیے تھے۔"

"جی ہاں، میں اس وقت ڈیوٹی پر ہی موجود ہوں پھر بھلا نوٹ میرے پاس کیوں نہیں ہوں گے۔" اس نے کہا اور جیب میں سے نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر ڈال دیے۔

"کیا یہ بالکل وہی نوٹ ہیں؟"

"جی ہاں، بالکل۔" اس نے کہا۔

"بہت خوب، اب ان نوٹوں کو دیکھیے جناب۔" راجہ منور نے ماہر سے کہا۔ وہ ایک ایک نوٹ اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ خاموشی سے کھڑے رہے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر یہ نوٹ جعلی ثابت ہو بھی جاتے ہیں، تب بھی اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کہ یہ نوٹ انھوں نے ہی دیے تھے، کیونکہ یہ کافی دیر پہلے کا واقعہ تھا اور اس دوران نوٹ تبدیل کیے جا سکتے تھے۔ اسی وقت ماہر نے کہا۔

"نہیں جناب، ان نوٹوں میں بھی کوئی نوٹ جعلی نہیں ہے۔"

www.urdufanz.com

"یہ — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟"

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"ہوں اچھا، آئیے۔" اس نے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا۔ اس کے چہرے پر شکست صاف نظر آ رہی تھی —

"مجھے بھی یقین ہو گیا تھا کہ آپ نے مجھے جعلی نوٹ ہی دیے ہیں، لیکن راجہ صاحب کی بات سن کر؛ ورنہ پہلے تو یہ خیال بالکل نہیں آیا تھا۔"

"مطمئن رہیے نواز صاحب، یہ نوٹ سو فی صد اصل ہیں۔ ان لوگوں کا ارادہ ہمیں زبردستی پھانسنے کا تھا۔ دراصل ہم ڈاکے کی رپورٹ درج کرانے گئے تھے نا — بس ہم نے رپورٹ درج کرانے کے سو روپے راجہ صاحب کو نہیں دیے، لہٰذا ہمارے خلاف ہو گئے۔" محمود نے کہا —

"تب بھی یہ اس طرح نہیں آ سکتے تھے۔ اطلاع انہیں واقعی دی گئی ہے۔"

"تو پھر فون اس شخص نے کیا ہو گا، جس نے ہم سے بٹوہ ہتھیایا ہے۔"

"تو آپ بھی لٹ چکے ہیں۔" کلرک نے افسوس زدہ لہجے میں کہا —

"ہمارا — وہ ہمارا نوٹوں سے بھرا ہوا بٹوہ لے گیا۔" فرزانہ

نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہم آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کے لیے ہمارے کمرے میں آ سکتے ہیں۔"

"ضرور جناب، کیوں نہیں — آپ جیسے گاہکوں کی باتوں کا تو میں گھنٹوں جواب دے سکتا ہوں۔"

"شکریہ، آپ کس وقت فارغ ہوں گے؟"

"ٹھیک دو بجے دوسرا کلرک آئے گا۔"

"تو پھر ہم دو بجے آپ کا انتظار کریں گے۔" محمود نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" کلرک بولا اور وہ کاؤنٹر سے ہٹ آئے — بیرا ان کے بل کی رقم کا بقایا لے آیا تھا۔ انہوں نے اسے بھی بھاری ٹپ دی اور اوپر کا رخ کیا — تھوڑی دیر بعد خان رحمان وغیرہ بھی وہاں آ گئے۔

"بھئی، یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"بس دیکھتے جائیے انکل، ہم تیل دیکھ رہے ہیں اور تیل کی دھار بھی۔" محمود نے کہا۔

"تیل کا کاروبار کرنے کا ارادہ ہے کیا؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ نقلی نوٹوں والا کیا معاملہ تھا۔"

www.urdufanz.com

”ہم دراصل .....“ محمود کے الفاظ درمیان میں رہ گئے —
اسی وقت دروازہ زور سے دھڑدھڑایا گیا تھا —
انہوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر محمود نے خان رحمان سے دبی آواز میں کہا۔
”انکل، آپ لوگ ذرا غسل خانے میں چلے جائیے۔ نہ جانے اس وقت کون آ گیا ہے — یہ کاؤنٹر کلرک تو نہیں ہو سکتا — کیونکہ ابھی دو نہیں بجے۔“
”اچھی بات ہے۔“ انہوں نے کہا اور چاروں غسل خانے میں چلے گئے۔ محمود نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا — انہوں نے دیکھا، مسٹر بارو دروازے پر کھڑا تھا — وہی جس نے ان کا بٹوہ لوٹا تھا —

تیل کی دھار

چند لمحے تک وہ ایک دوسرے کو گھورتے رہے، پھر محمود نے اسے راستہ دیتے ہوئے پرسکون آواز میں کہا:
”آئیے مسٹر بارو، کیا کوئی کسر رہ گئی ہے۔“
”میں نے ہی پولیس سٹیشن کو یہ اطلاع دی تھی کہ تم لوگوں کے پاس نقلی نوٹ ہیں، لیکن پولیس آفیسر تم پر یہ الزام ثابت نہیں کر سکا — ہال میں میں نے اس کی کارروائی دیکھ لی ہے — اسی لیے اب میں یہاں موجود ہوں۔“ بارو نے تیز لہجے میں کہا۔
”اچھا، تو پھر، تم کیا چاہتے ہو؟“
”میں تمہارا بٹوہ تمہیں لوٹانے آیا ہوں۔“ مسٹر اوزنگا جعلی نوٹوں کو ایک نظر میں ہی پہچان لیتے ہیں، لہذا تمہارے بٹوے میں تمام کے تمام نوٹ جعلی ہیں، لیکن مجھے حیرت ہے، تم نے اسی بٹوے میں سے ہوٹل کا کرایہ ادا کیا تھا۔ کلرک کو ٹپ

www.urdufanz.com

دی تھی۔ آخر وہ نوٹ جعلی کیوں ثابت نہیں ہوئے؟

"اگر تمہارے خیال میں ہمارے نوٹ جعلی تھے تو لاؤ، ہمیں واپس دے دو۔" محمود نے لاپروائی سے کہا۔

"ایسے نہیں، تمہیں اپنے بارے میں بتانا پڑے گا، تم کون ہو؛ ورنہ میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

"پہلے تو تم یہ بتا دو کہ بہت بُری طرح، کس طرح پیش آ سکو گے، جب کہ ہم تین ہیں اور تم اکیلے۔"

"تم جیسے دس بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور پھر مجھے ہاتھ پیر ہلانے کی ضرورت ہی کب پیش آئے گی۔ برآمدے میں اورنگا کے جاں نثار موجود ہیں۔"

"اوہ تو یہ بات ہے — خیر پوچھو، کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" محمود بولا۔

"پہلا سوال تو یہی کہ تم کون ہو؟"

"ہم، ہم ہیں — یعنی کہ انسان۔" فاروق نے جواب دیا۔

"فاروق، تم تو مہربانی فرما کر خاموش ہی رہو۔" فرزانہ نے بھنّا کر کہا۔

"کیوں، کیا میری آواز تمہیں زہر لگ رہی ہے؟"

"زہر سے بھی کچھ کڑوی۔" فرزانہ بولی۔

"جلدی بتاؤ، تم لوگ کون ہو، یہاں کیوں آئے ہو۔"

"ہم بتا چکے ہیں، مزید وضاحت چاہتے ہو تو ہمارے نام محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں — ہم دارالحکومت سے یہاں آئے ہیں اور سیر کرنے آئے ہیں، اور کچھ؟"

"تمہارے باپ کا نام کیا ہے اور وہ کیا کام کرتے ہیں؟"

"تم تو اس طرح سوالات کر رہے ہو، جیسے ہم نے کوئی جرم کیا ہے؛ حالانکہ جرم خود تم نے کیا ہے۔ جاؤ ہم نہیں دیتے تمہاری باتوں کے جواب — کیوں محمود، ٹھیک ہے نا۔" فاروق نے بُرا مان کر کہا۔

"ہاں، بالکل ٹھیک — نہیں دیتے ہم جواب۔" محمود نے بھی اسی کے انداز میں کہا — اب وہ یہ کس طرح بتا دیتے کہ وہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں —

"ویری گڈ، تمہارا فیصلہ مجھے پسند آیا۔ میں بھی حیران تھی کہ تم اس ڈاکو کے بچے کے سوالات کے جوابات کیوں دے رہے ہو۔ اسے کھری کھری کیوں نہیں سناتے۔" فرزانہ خوش ہو کر بولی —

"وہ تم سنا دو، میں نے سنا ہے کہ لڑکیاں اور عورتیں کھری کھری سنانے میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ویسے تو سنی سنائی باتوں پر بالکل کان نہیں دھرنا چاہیے، تمہارا کیا خیال ہے؟" فاروق نے جلدی جلدی کہا —

www.urdufanz.com

"کافی حد تک ٹھیک ہے۔"

اسی وقت بارو نے منہ سے سیٹی کی آواز نکالی۔ فوراً ہی کمرے میں دس کے قریب آدمی گھس پڑے۔ محمود کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں خان رحمان دخل نہ دے بیٹھیں۔ اس کی کمر غسل خانے کی طرف تھی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ کمر کی طرف کیا اور اس سے اشارہ کیا کہ جہاں ہیں، وہیں رہیں، دخل نہ دیں۔

اور خان رحمان جو آواز پیدا کیے بغیر دروازہ کھول چکے تھے اور اپنا پستول نکال چکے تھے، ساکت رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا، ان تینوں کو کھلونوں کی مانند اٹھا لیا گیا تھا اور کندھوں پر ڈال کر کمرے سے باہر لے جایا جا رہا تھا، جوں ہی وہ کمرے سے نکل کر لفٹ کی طرف بڑھے۔ خان رحمان اور ان کے پیچھے باہر نکل آئے۔

"اب ہم کیا کریں؟" خان رحمان پریشان ہو کر بولے۔

"آپ انکل جمشید کو فون کر دیں۔ اب ان کا یہاں آنا ضروری ہو گیا ہے۔" حامد نے کہا۔

"ہاں، اب یہی کرنا ہو گا، لیکن مصیبت یہ ہے کہ پولیس بھی ان غنڈوں کا ساتھ دے رہی ہے۔ ان حالات میں جمشید بھی اکیلا یہاں کیا کر سکے گا۔"

"میرے خیال میں تو وہ بہت کچھ کر سکیں گے۔ آپ فوراً انہیں فون کر دیں۔"

"اچھی بات ہے۔" خان رحمان نے کہا اور فون پر نمبر گھمانے لگے۔ تقریباً پانچ منٹ بعد کہیں سلسلہ ملا۔ جوں ہی انہوں نے دوسری طرف سے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی، وہ فوراً بولے:

"جمشید، جلد یہاں پہنچ جاؤ۔"

"کیوں، کیا ہوا؟" دوسری طرف سے انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا

"بہت کچھ ہو گیا ہے، اب محمود، فاروق اور فرزانہ خطرے میں ہیں۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟"

خان رحمان نے انہیں تفصیل سنا دی، یہ سن کر وہ بولے:

"بس یا اور کچھ۔"

"خدا کی پناہ، تم ابھی بس یا اور کچھ کہہ رہے ہو۔" خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"خان رحمان، فکر نہ کرو۔ محمود، فاروق اور فرزانہ بہت اچھے جا رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ ابھی کچھ اور کام بھی دکھا سکتے ہیں؛ فی الحال مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔ تیل

www.urdufanz.com

دیکھو، تیل کی دھار دیکھو۔"

"کمال ہے، کہیں تم نے اور ان تینوں نے تیل اور تیل کی دھار دیکھنے کا باقاعدہ پروگرام تو نہیں بنا رکھا۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید بھی چونکے۔

"مطلب یہ کہ ابھی ابھی محمود اور فاروق بھی یہی کہہ رہے تھے کہ ہم تیل دیکھ رہے ہیں اور تیل کی دھار۔" خان رحمان ہنسے۔

"اوہ! تو یہ بات ہے۔ اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ ابھی میرے آنے کی ضرورت نہیں۔ تم ان کے لیے پریشان نہ ہو۔ جب وہ محسوس کریں گے کہ اب بے بس ہو گئے ہیں اور آگے نہیں بڑھ سکتے تو اس وقت خود ہی مجھے فون کر دیں گے۔"

"اچھا، تم جانو۔" انہوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

○

بارو کے ساتھی انہیں اٹھائے لفٹ سے باہر آئے۔ ہال میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے ان تینوں کو فوراً پہچان لیا۔ اور اوزنگا کے آدمیوں کو تو شاید لوگ پہلے ہی جانتے تھے۔

"یہ بے چارے تو گئے کام سے۔" ہوٹل کے ہال میں سے کسی نے کہا۔

"یار، مجھے تو ان تینوں پر ترس آ رہا ہے۔"

"لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ اب تو انہیں اوزنگا کے ہاتھوں سے پولیس ہی بچا سکتی ہے۔"

"لیکن پولیس کو فون کون کرے گا۔ بلی کے گلے میں بھلا گھنٹی باندھنے کی جرأت کس میں ہے۔" دوسرے نے کہا۔

"اگر کوئی پولیس کو فون کر بھی دے تو وہ اوزنگا کے خلاف کر ہی کیا سکے گی۔ اس کے خلاف کون گواہی دے گا۔ کون یہ کہے گا کہ اس نے اوزنگا کے آدمیوں کو ان تینوں کو زبردستی ہوٹل سے اٹھا کر لے جاتے دیکھا ہے، کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکے گا۔ سب لوگ اوزنگا سے خوف زدہ ہیں۔ اس کا تو اگر کوئی کچھ بگاڑ سکتا ہے تو وہ ہے راؤشی خان۔ لیکن راؤشی خان تک بات پہنچے کس طرح۔ اور پہنچ بھی جائے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ اس معاملے میں کوئی توجہ دینا ضروری بھی خیال کرے۔"

بارو کے ساتھی انہیں اٹھائے ہوٹل سے باہر نکل آئے اور پھر ایک کار میں انہیں ٹھونس دیا گیا۔ بارو اس کار میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بیٹھ گیا۔ اس نے منہ پیچھے کی طرف کر لیا۔ اب اس کے ہاتھ میں

www.urdufanz.com

ایک پستول تھا اور اس کی نالی کا رخ ان تینوں کی طرف تھا۔
انہوں نے آئینے میں دیکھا۔ باقی غنڈے ان کے پیچھے دوسری
اور تیسری کار میں آ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد کاریں اسی محل نما عمارت کے سامنے رکیں
اور پھر وہ اوزنگا کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ انہیں کھا جانے
والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ آخر اس کے لب ہلے اور انہوں
نے سانپ کی پھنکار جیسی آواز سُنی:

"آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میرے آدمیوں نے کسی سے
بٹوہ چھینا ہو اور اس میں سے جعلی نوٹ نکلے ہوں۔"

"لیکن جناب اس میں ہمارا کیا قصور، آپ کے آدمی بارو
نے ہم سے یہ پوچھا ہی کب تھا کہ ہمارے بٹوے میں نوٹ اصلی
ہیں یا نقلی؟" فاروق نے فوراً کہا۔

"بارو، تم نے پولیس کو جو خفیہ فون کیا تھا، اس کا نتیجہ
کیا رہا؟ یہ لوگ گرفتار کیوں نہیں کیے گئے۔ اور تم انہیں یہاں
کیوں لے آئے۔ ان کا مقام تو سلاخوں کے پیچھے ہے۔"

"پولیس ان کے پاس سے کوئی جعلی نوٹ برآمد نہیں کر
سکی ماسٹر۔" بارو نے کہا۔

"یہ کیسے ہو گیا؟" اوزنگا غرایا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ شاید یہ لوگ حد درجے چالباز

ہیں۔ انہوں نے کاؤنٹر کلرک کو ٹپ میں سو سو روپے کے نوٹ
دیے تھے، وہ بھی اصلی نکلے۔" بارو نے کہا۔

"گویا نقلی نوٹ صرف ہمارے لیے ہی رہ گئے تھے۔ خیر،
تم یہ بتاؤ۔ انہیں یہاں کیوں لائے ہو۔ ہم ان کا کیا کریں۔"
اوزنگا بارو سے مخاطب تھا۔

"میرا خیال ہے، یہ لوگ کوئی سازش بنا کر اس قصبے
میں آئے ہیں۔ اور یہ سازش ہمارے خلاف ہے۔ ان تینوں
کے نام محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔" اوزنگا بولا۔

"ہمارا قصبہ دارالحکومت سے بہت دور واقع ہے اور
ایک چھوٹا سا تفریحی قصبہ ہے۔ یہاں دارالحکومت کے اخبارات
بھی کم ہی آتے ہیں۔ آتے بھی ہیں تو ان کا زیادہ تعلق
اسی علاقے کی خبروں سے ہوتا ہے، لہٰذا بہت کم لوگ جانتے
ہیں کہ محمود، فاروق اور فرزانہ، یہ تین نام جہاں ایک ساتھ
سننے میں آئیں، اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔" بارو نے اوزنگا
کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بارو، معموں میں باتیں نہ کرو۔ جلد بتاؤ کہ ان کے
ناموں میں ایسی کیا بات ہے؟"

"یہ کہ یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

www.urdufanz.com

"کیا ؟" اورنگا کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔ میں دارالحکومت اکثر جاتا رہتا ہوں اور وہاں میں نے ان کی بہت شہرت سنی ہے۔ ہمارے ہم پیشہ ان کے ناموں سے بہت گھبراتے ہیں اور اب یہ لوگ یہاں موجود ہیں۔ اگرچہ ابھی مجھے یہاں انسپکٹر جمشید نظر نہیں آئے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ یا تو یہاں پہنچ چکے ہیں یا پہنچنے والے ہوں گے۔"

"ان حالات میں تم نے انہیں یہاں لا کر غلطی کی۔ ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں۔ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیونکہ ہم کوئی جرم نہیں کرتے۔ ہمارے خلاف کوئی ثبوت مہیا نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں جانے دو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس ؟" بارو کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں، انہیں جانے دو۔" اورنگا نے تیز لہجے میں کہا۔

"جاؤ، تم لوگ آزاد ہو۔"

ابھی وہ اپنی جگہ سے ہلے نہیں تھے کہ ایک بوڑھا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ بوڑھا کچھ کہتا، بارو نے انہیں کمرے سے نکال باہر کیا۔

وہی بوڑھا

وہ محل نما عمارت سے باہر نکل آئے۔ کسی نے انہیں روکا نہ ٹوکا۔ تینوں سوچ میں گم تھے۔

"بھئی فاروق، یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔" محمود نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"اب ہمیں کیا معلوم تھا کہ وہ ہمیں اتنی آسانی سے واپس جانے کی اجازت دے گا ؛ تاہم ہم نے جو ترکیب سوچی تھی، اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ پولیس اورنگا کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اگر ملی ہوئی نہیں ہے، تو بھی وہ اس کا دباؤ ضرور مانتی ہے ؛ ورنہ اس کے یا اس کے ایک ساتھی کے فون کرتے ہی راجہ منور ہمارے پاس موجود نوٹوں کی چیکنگ کرنے نہ نکل کھڑا ہوتا۔ وہ بھی اس انداز سے کہ نوٹوں کی شناخت کا ایک ماہر بھی اس کے ساتھ تھا۔" فاروق کہتا چلا گیا۔

"یہ بات ظاہر ضرور ہو [illegible] ہے، لیکن [illegible]

www.urdufanz.com

کہا۔

"تو میں نے کب کہا کہ ثابت ہوتی ہے۔" فاروق چڑ کر بولا۔

"اچھا خیر، آپس میں لڑنے کی کوشش نہ کرو، اگر اورنگا اور پو میں کا آپس میں کوئی گٹھ جوڑ ہے۔ یا کسی بھی قسم کا کوئی تعلق ہے تو ہمارے یہ مشکلات بہت بڑھ جاتی ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ اگر ہم نے اپنی گاڑی فیل ہوتے محسوس کی تو ہم ابا جان کی گاڑی سے مدد لے لیں گے۔" فاروق نے محمود کی بات کاٹ دی۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے تلملا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"سنجیدگی تو اسے چھو کر نہیں گزری۔" فرزانہ نے بھی جلے کٹے انداز میں کہا۔

"وہ بوڑھا میرے ذہن میں بری طرح چبھ رہا ہے۔" محمود فرزانہ کی بات پر توجہ دیے بغیر بولا۔

"تو ہمارے ذہنوں میں کون سا اچھی طرح چبھ رہا ہے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"چلو شکر ہے، ورنہ میں تو سمجھا تھا، تم اس بوڑھے کے بارے میں سوچ ہی نہیں رہے ہو گے۔ کیا خیال ہے فاروق، اس کے بارے میں۔"

"میرا خیال ہے، وہ بالکل اصلی بوڑھا تھا۔" فاروق نے

کمال سنجیدگی کے ساتھ کہا اور فرزانہ کی ہنسی نکل گئی۔

"میں جانتا ہوں، وہ شخص میک اپ میں نہیں تھا۔ مطلب یہ کہ وہ اس قدر گھبرایا ہوا کیوں تھا؟"

"میں غیب کا علم نہیں جانتا؛ ورنہ ضرور بتا دیتا۔"

"تم سے کوئی امید رکھنا ہی فضول ہے، فرزانہ تم بتاؤ۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو، جیسے فرزانہ کو تو غیب کا علم ہی ہے۔" فاروق نے برا مان کر کہا۔

"چھوڑو اس بوڑھے کو، وہ ضرور اورنگا کا ملازم ہو گا اور اس نے کوئی بری خبر سنی ہو گی، یا پھر ہو سکتا ہے، اس کی بیوی یا کوئی بچہ شدید بیمار ہو۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں گے۔ ہمارا اگلا قدم کیا ہو گا؟"

اس وقت تک وہ عمارت سے نکل کر سڑک کے کنارے ہی کھڑے تھے۔ دراصل انہیں کسی ٹیکسی کا انتظار تھا۔ اچانک انہیں ایک ٹیکسی آتی نظر آئی اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی۔ اس سے پہلے کہ وہ ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کرتے، انہوں نے مڑ کر دیکھ لیا۔ دوسرا لمحہ چونکا دینے والا تھا۔ وہی بوڑھا عمارت سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اب بھی گھبراہٹ کے آثار طاری تھے۔

www.urdufanz.com

لیکن اب وہ پہلے کی نسبت کم گھبرایا ہوا نظر آرہا تھا۔

محمود نے ٹیکسی کو روکنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ہاتھ جو ٹیکسی کو روکنے کے لیے اٹھنے والا تھا، لٹکا رہ گیا۔ ٹیکسی ان کے قریب سے گزر گئی۔ بوڑھا ان سے چند قدم آگے چلا جا رہا تھا۔

"کیا خیال ہے، اس بوڑھے کا تعاقب کیوں نہ کیا جائے۔ کیا خبر، اس کا کچھ مفید نتیجہ نکل آئے۔" فرزانہ نے دبی آواز میں کہا۔

"کوئی حرج نہیں، یوں بھی تو ہمیں کوئی اور کام نہیں اس وقت۔" محمود نے اس کی تائید کی، لیکن فاروق منہ سے کچھ نہ بولا؛ البتہ وہ ان کے ساتھ قدم ضرور اٹھا رہا تھا۔

"تو کیا اس بوڑھے کو جہاں جانا ہے، پیدل ہی جائے گا۔" فاروق نے پریشان ہوکر آہستہ آواز میں کہا۔

"لگتا تو ایسا ہی ہے، کیوں، تمہاری جان نکلنے لگی ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"ابھی تو نہیں نکلنے لگی۔ لیکن کسی وقت بھی نکلنا شروع ہو سکتی ہے۔"

"میں نے سنا ہے، پرانے زمانے کے لوگ میلوں پیدل چل لیا کرتے تھے۔ مجھے تو یہ بوڑھا بھی پرانے زمانے کا لگ

ہے۔ لہٰذا دو چار میل سے تو کیا کم چلے گا۔" فاروق نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بھئی گھبراؤ نہیں، اگر تم تھک گئے تو راستے میں کہیں بیٹھ جانا، ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ البتہ تمہارے ساتھ ہم نہیں رکیں گے۔" محمود مسکرایا۔

تعاقب شروع ہو گیا تھا۔ انہوں نے درمیانی فاصلہ کم از کم اتنا ضرور رکھا تھا کہ بوڑھے کو تعاقب کا شبہ نہ ہونے پائے۔ اور پھر فاروق کا شبہ درست نکلا۔ ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بھی بوڑھا نہ رکا۔

"لو بھئی، اس کی منزل تو شیطان کی آنت کی طرح لمبی ہی ہو گئی ہے۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"عجیب احمق ہے یہ۔ کیا کسی ٹیکسی میں سفر نہیں کر سکتا تھا؟" فرزانہ نے بھی دانت پیسے۔

"بھئی پرانے زمانے کا جو ہوا۔" محمود مسکرایا۔

"اور مزا تو اس وقت آئے گا، جب اس تعاقب کا ہمیں ذرہ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔" فاروق بولا۔

"کم از کم اس بوڑھے کا اورنگے سے تو ضرور کوئی تعلق ہے۔" فرزانہ نے پریقین لہجے میں کہا۔

"اس میں کیا شک ہے، اگر کوئی تعلق نہ ہوتا تو یہ

www.urdufanz.com

اس طرح بے دھڑک وہاں کیونکر پہنچ جاتا۔"

"مجھے تو تفتیش کی گاڑی ٹھپ ہوتی نظر آتی ہے۔"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

ایک کلومیٹر اور اسی طرح طے ہو گیا اور وہ تینوں محسوس کرنے لگے کہ بوڑھے کا سفر کبھی ختم نہیں ہو گا۔ ان کی ٹانگوں کا کچومر ضرور نکل جائے گا، لیکن پھر ان کا یہ خیال غلط ثابت ہو گیا ــ بوڑھا ایک کچی آبادی میں داخل ہو گیا تھا ــ یہ بہت ہی غریب لوگوں کی بستی تھی۔ تقریباً تمام مکان کچی اینٹوں کے تھے۔ گلیاں بھی پختہ نہیں تھیں ــ جس کی وجہ سے ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ تھا ــ اب انہیں بوڑھے کا تعاقب بہت مشکل دکھائی دینے لگا، لیکن اتنا لمبا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ اس تعاقب کے سلسلے کو ختم کرنے پر تیار نہیں تھے، لہذا انہیں کیچڑ میں ہی چلنا پڑا ــ آخر خدا خدا کر کے بوڑھے کی منزل آئی اور وہ ایک گھر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"لو بھئی، اس کی منزل تو آ گئی ــ اب کیا کریں؟" فرزانہ نے کہا ــ

"آؤ، اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔" محمود بولا۔

"اور پکڑے گئے تو؟"

"جسے پکڑے جانے کا خوف ہو، وہ باہر ٹھہر جائے۔"

محمود نے برا سا منہ بنا کر کہا اور اس مکان کے دروازے کی طرف بڑھا، اس نے آہستہ سے اسے دھکیلا، تو وہ کھلتا چلا گیا۔ فاروق اور فرزانہ ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ کہیں کوئی راہگیر ان کی کوئی حرکت نہ دیکھ لے ــ ویسے تو محمود کا انداز ایسا تھا جیسے دروازے پر دستک دینے کے بعد کسی کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا ہو ــ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے محمود اندر داخل ہو گیا۔ فرزانہ نے فاروق کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہی ہو، کیوں کیا ارادہ ہے ــ فاروق نے سر ہلا دیا اور فرزانہ بھی اندر داخل ہو گئی ــ لیکن فاروق نے اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس جگہ سے سڑک صاف نظر آ رہی تھی ــ وہ اسی سڑک پر چلتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے ــ اچانک اس نے ایک آدمی کو گلی میں داخل ہوتے دیکھا۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا کہ وہ ان میں سے ایک تھا، جو بارو کے ساتھ انہیں پکڑ کر اورنگا کے محل میں لے گئے تھے ــ اس نے فوراً اپنا چہرہ موڑ لیا اور قدم اٹھانے لگا۔ گلی کے دوسرے سرے پر پہنچ کر اس نے گردن کو تھوڑا سا موڑا اور کن انکھیوں سے دیکھا۔

بارو کا ساتھی اسی مکان میں داخل ہو رہا تھا، جس میں وہ بوڑھا داخل ہوا تھا اور بوڑھے کے بعد محمود اور فرزانہ

www.urdufanz.com

اندر گئے تھے۔

محمود اور فرزانہ کو اندر اندھیرا سا نظر آیا۔ لیکن پھر چند سیکنڈ بعد ہی انہیں دکھائی دینے لگا۔ انہوں نے صحن کے دوسری طرف ایک کمرے کا دروازہ دیکھا۔ وہ جلدی سے دبے پاؤں آگے بڑھے۔ دروازے کے دوسری طرف دیوار میں انہیں ایک کھڑکی نظر آئی۔ دونوں کھڑکی سے جا لگے۔ انہوں نے سنا، بوڑھا کسی سے کہہ رہا تھا:

"اوزنگا کا آدمی آتا ہی ہوگا۔ تم فکر نہ کرو، وہ خود ہی ڈاکٹر کو بلا کر لے آئے گا۔ ہم جیسوں کے ساتھ ڈاکٹر کہاں آتے ہیں۔"

"اوزنگا نے پیسے دیے؟" ایک بوڑھی عورت کی لرزتی آواز سنائی دی۔

"نہیں، اس نے کہا ہے کہ میرا آدمی پیسے لے کر پہنچ رہا ہے۔"

"اچھا خیر، اب تم آرام کر لو۔ اتنی دور پیدل گئے ہو گے اور پیدل ہی آئے ہو گے۔"

"تم جانتی ہی ہو۔ اوزنگا مجھے اتنی تنخواہ نہیں دیتا کہ میں ٹیکسیوں میں سفر کر سکوں۔"

"ہاں، اس مرتبہ اوزنگے کو آ لینے دو۔ میں اس سے کہہ دوں گی کہ تمہاری تنخواہ بڑھا دے۔" بوڑھی عورت بولی۔

"نہیں نہیں، اس سے کچھ نہ کہنا۔ وہ یہی خیال کرے گا کہ میں نے تم سے اس کی شکایت لگائی ہے۔" بوڑھے نے کانپ کر کہا۔

"اچھا خیر، چلو تمہاری مرضی۔"

اسی وقت کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ محمود اور فرزانہ چونک اٹھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے دیکھا۔ فاروق وہاں نہیں تھا۔

"کون ہے؟ اندر آ جاؤ۔" بڑھیا نے کہا۔

"میں ہوں اماں، بابر۔" کسی کے اندر داخل ہونے کی آواز سنائی دی۔ محمود اور فرزانہ نے جھری میں سے اسے دیکھ لیا۔

"تو اوزنگے نے تمہیں بھیج ہی دیا۔ میں تو سمجھی تھی، اب اوزنگا اپنے دوست کو بھول گیا ہے اور اب وہ میری کبھی مدد نہیں کرے گا۔" بڑھیا کی آواز میں درد تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں اماں، ماسٹر اوزنگا اپنے دوستوں کو

www.urdufanz.com

کبھی نہیں بھولتے۔۔۔ یہ لو، اس نے دو ہزار روپے بھیجے ہیں اور
میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔"

"خدا تمہارا بھلا کرے اور اورنگ کا بھی۔" بڑھیا نے
کہا۔

انہوں نے بابر کو باہر نکلتے دیکھا۔ وہ بھی اپنی جگہ سے نکلے،
پھر ٹھٹک کر رہ گئے ۔۔۔ اسی وقت فاروق اندر داخل ہوا تھا۔
بابر نے فاروق کو دیکھا تو اس کے اٹھتے قدم رک گئے۔ اس کی
نظریں فاروق پر جم گئیں۔ اس کی آنکھوں میں حیرت دیکھ کر
فاروق کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔۔۔ وہ تو یہ سوچ کر اندر آ
گھسا تھا کہ کہیں محمود اور فرزانہ مشکل میں نہ پھنس گئے ہوں۔
لیکن اس کی حیرت کا مطلب یہ تھا کہ اس نے ابھی تک ان
دونوں کو نہیں دیکھا تھا، لیکن اسے تو دیکھ ہی لیا تھا۔ فاروق
ایک لمحے کے لیے ہچکچایا اور پھر جلدی سے بولا:

"اوہو، شاید میں کسی غلط گھر میں گھس گیا ہوں۔ دراصل
بہت عرصے بعد اس قصبے میں آیا ہوں۔"

"میرے ساتھ باہر آؤ۔" بابر نے دبی آواز میں کہا اور اس
کا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف چلا۔۔۔ محمود اور فرزانہ نے ایک
دوسرے کی طرف دیکھا اور ان کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے
لگے، پھر جوں ہی وہ باہر نکلے، دونوں دروازے سے آ لگے اور

تھوڑی سی جھری بنا کر باہر جھانکا۔۔۔ بابر فاروق کو لیے سڑک کی
طرف جا رہا تھا۔۔۔ وہ کچھ دیر وہیں دبکے رہے اور پھر جب
انہوں نے محسوس کیا کہ وہ سڑک پر پہنچ گئے ہوں گے تو باہر
نکل آئے۔

"فاروق نے کام خراب کر دیا۔"

"ہاں، کاش وہ اندر نہ داخل ہوتا۔۔۔ خیر آؤ، ہمیں
اس کی مدد کرنی چاہیے۔۔۔ ایسا نہ ہو، بابر اسے کوئی نقصان
پہنچا دے۔"

وہ بھی سڑک کی طرف چلنے لگے اور پھر موڑ پر ہی رک
گئے۔ انہوں نے سنا۔ بابر فاروق سے کہہ رہا تھا:

"کیا تم میرا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو؟"

"نہیں۔" فاروق بولا۔

"پھر تم یہاں تک کس طرح پہنچ گئے؟"

"اس بوڑھے کا تعاقب کر کے جسے ہم نے اورنگا کے گھر
میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔" فاروق نے بے دھڑک کہہ دیا۔

"اوہ ہاں، وہ تم لوگوں کے سامنے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔
لیکن تمہارے بھائی اور بہن تمہارے ساتھ نظر نہیں آ رہے۔"

"اس میں میرا کیا قصور، نہ ہی تمہاری نظروں کا کوئی قصور
ہے۔" فاروق منہ بنا کر بولا۔ محمود اور فرزانہ اس کے جواب

www.urdufanz.com

پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"کیا مطلب؟" بابر نے فاروق کو گھورا۔

"مطلب یہ کہ وہ ہر وقت تو میری دم کے ساتھ نہیں بندھے رہتے۔ اس وقت بھی دیکھ لو، میرے ساتھ نہیں ہیں۔"

"ہوں، تم نے اس بوڑھے کا تعاقب کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی ـــ"

"کچھ کام ہم ضرورت محسوس کیے بغیر بھی کر لیتے ہیں۔"

"سیدھی طرح کسی بات کا جواب دینا شاید تمہیں آتا ہی نہیں۔"

"یہ اندازہ تو تم نے خوب لگایا۔ کچھ اور لوگ بھی میرے بارے میں بالکل یہی اندازہ لگا چکے ہیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا ـــ

"خیر سنو، ماسٹر اورنگا اس عورت کو اپنی ماں کے برابر سمجھتا ہے ـــ اورنگے کا دوست اس عورت کا بیٹا ہے ـــ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کی مدد کرتا رہتا ہے، لہذا تمہاری دلچسپی کی یہاں کوئی بات نہیں ہو سکتی ـ اس لیے اپنا راستہ ناپو۔"

"اچھا، لیکن راستہ ناپنے کی بجائے میں کسی ٹیکسی کے ذریعے کیوں نہ چلا جاؤں۔"

"ہاں، یہاں کھڑے رہ کر ٹیکسی کا شام تک انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر بابر موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا جو اس نے

سڑک کے کنارے کھڑی کی تھی ـ فاروق نے اس کے پیچھے آواز لگائی:

"اوہو، تو یہ موٹر سائیکل تمہاری ہے، بھئی، مجھے بھی ہوٹل تک لے چلو۔"

"میں ماسٹر اورنگا کی دشمنی مول نہیں لے سکتا دوست۔" بابر نے کہا اور موٹر سائیکل چلا دی۔ جلد ہی وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"تم ہمیشہ بے موقع ٹپکتے ہو۔" فرزانہ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی ـــ

"میرے بے موقع ٹپک پڑنے سے کیا نقصان ہو گیا ہے؟" فاروق نے اسے بری طرح گھورتے ہوئے کہا ـ

"بابر اورنگے کو یہ ضرور بتائے گا کہ تم بوڑھے کا تعاقب کرتے ہوئے اس گھر تک پہنچ چکے ہو۔"

"تو پھر اورنگا کیا کرے گا۔" فاروق بولا۔

"شاید تم لڑنے کے موڈ میں ہو ـــ خیر چھوڑو، جو ہونا تھا ہو گیا، بابر جلد ہی ڈاکٹر کو لے کر واپس آئے گا، اس لیے ہمیں یہاں سے کھسک لینا چاہیے۔"

"کیوں، کیا بڑھیا کی طبیعت بہت خراب ہے۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

www.urdufanz.com

"اور وہ بوڑھا اس کا خاوند ہے؟"

"ابھی تک ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکے۔"

"اندر ہونے والی گفتگو مجھے سنا دو، میں اندازہ لگا لوں گا۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں ضرور، لیکن یہاں سے چل بھی پڑو۔"

وہ پیدل ہی چلنے لگے۔ محمود اندر سُنی جانے والی گفت گو فاروق کو سنانے لگا۔

"اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بوڑھا اورنگے کا ملازم ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بڑھیا کا شوہر ہے یا نہیں۔" محمود نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے، ہم غیر متعلق معاملے میں آ پڑے ہیں — ہمارے کیس کا اس بڑھیا سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم تو صرف اتنا چاہتے ہیں کہ اورنگا کو مجرم ثابت کرکے قانون کے حوالے کر دیں اور اگر پولیس یا پولیس کا کوئی اہل کار اورنگا کی مدد کرتا ہے تو اسے بھی پکڑ کر قانون کے حوالے کر دیں، تاکہ اس قصبے سے نا انصافی اور ظلم کا خاتمہ ہو جائے اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ ساتھ باہر سے آنے والے لوگ بھی سکھ کا سانس لے سکیں۔" فرزانہ پر خیال لہجے میں کہتی چلی گئی —

"ہاں، ٹھیک ہے — لیکن اگر ہم اس بڑھیا سے بھی دو دو باتیں کر لیں، تو کیا حرج ہے — شاید یہ ہمیں اورنگا کے بارے میں کچھ بتا سکے — بڑھیا کا بیٹا کون تھا، وہ اورنگا کا دوست کن حالات میں بنا — یہ بھی تو دیکھنا چاہیے — اب وہ کہاں ہے — زندہ ہے یا مر گیا ہے — کیا ان باتوں سے ہم کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے اور اگر فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے، تو کیا ہوا — کوئی نقصان بھی تو نہیں ہوگا۔"

"خیر، ہم بڑھیا سے ملاقات کر لیں گے — فی الحال تو یہاں بابر ڈاکٹر کو لے کر آنے والا ہے۔"

"اور میرے خیال میں جب بابر ڈاکٹر کو واپس لے کر جائے، اس وقت ہی ہمیں بڑھیا سے ملاقات کر لینی چاہیے، کیونکہ اس کے بعد تو شاید اورنگا اپنے کسی آدمی کے ذریعے اس گھر کی نگرانی شروع کرا دے گا — صاف ظاہر ہے، بابر فاروق کے بارے میں اورنگے کو بتائے بغیر نہیں رہے گا۔" فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"بات تو ٹھیک ہے، تب تو ہمیں یہیں کہیں چھپ کر ان کی واپسی اور پھر یہاں سے جانے کا انتظار کرنا چاہیے۔" فاروق نے کہا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" محمود بولا۔

www.urdufanz.com

اور تینوں کسی ایسی جگہ کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگے، جہاں چھپ کر وہ انہیں آتے اور پھر جاتے دیکھ سکیں — جلد ہی انہیں ایک ایسی جگہ مل گئی — ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہ بڑھیا کے مکان کے دروازے پر دستک دے رہے تھے —

کھُلا دروازہ

"کون ہے، اندر آ جاؤ — دروازہ کھلا ہے" اندر سے بڑھیا کی آواز سنائی دی۔ تینوں اندر داخل ہوئے اور آواز پیدا کیے بغیر دروازہ اندر سے بند بھی کر دیا، پھر بڑھیا کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر بولے:

"کیا ہم اندر آ جائیں اماں۔"

"ہاں ضرور، تم کون ہو بچو —" بڑھیا نے پرشفقت لہجے میں کہا۔

انہوں نے دیکھا، بوڑھا اب وہاں نہیں تھا۔ شاید وہ کہیں گھومنے نکل گیا تھا۔

"ارے، آپ تو اکیلی ہیں اماں — بڑے میاں کہاں گئے؟"

"اپنے لیے تمباکو لینے گیا ہے — حقے کا شوقین ہے نا۔"

بڑھیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور بولی:

"لیکن تم لوگ کون ہو، یہ تو بتاؤ پہلے۔"

www.urdufanz.com

"ابھی بتاتے ہیں اماں — بڑے میاں کیا آپ کے خاوند ہیں ؟"

"ارے نہیں" بڑھیا مسکرائی : "وہ اورنگے کا ملازم ہے — اس نے اسے میری خدمت کے لیے ملازم رکھا تھا — اورنگا بہت اچھا آدمی ہے — جب سے میرا بیٹا گم ہوا ہے، میری دیکھ بھال اس نے اپنے ذمے لے رکھی ہے "

"تمہارا بیٹا کون تھا اماں — وہ گم کیسے ہو گیا" محمود نے دکھ بھرے لہجے میں کہا —

"میں نے اسے خوب پڑھایا لکھایا، لیکن وہ بُری صحبت اختیار کر گیا — چوروں اور ڈاکوؤں کا ساتھی بن گیا اور کچھ عرصے بعد وہ ایک نامی گرامی چور بن گیا — بلکہ ڈاکو بن گیا — جیب کترا بھی تھا — اسے کئی بار سزا بھی ہوئی — پھر ایک دن وہ جیل سے نکلا تو گھر نہیں آیا — بس اسی روز سے غائب ہے — اب تو اسے گم ہوئے پندرہ سال سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں — لوگ کہتے ہیں — جیل سے باہر نکلتے ہی اس نے اس آدمی کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا — جس نے اس کے خلاف عدالت میں گواہی دی تھی — پورے قصبے میں میرے بیٹے کے خلاف گواہی دینے والا کوئی نہیں تھا — یہ گواہی یا تو اس نے دی تھی، یا پھر ایک اور بدنصیب نے "

"ایک اور بدنصیب نے، کیا مطلب ؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"ہاں، وہ بدنصیب مَیں تھی — میں نے بھی اپنے بیٹے کے خلاف گواہی دی تھی — لیکن جیل سے رہا ہو کر اس نے مجھے تو کچھ نہیں کہا؛ البتہ اس بہادر اور جرأت مند آدمی کو مار ڈالا — خدا کرے وہ خود بھی مر کھپ گیا ہو "

یہاں تک کہہ کر بڑھیا خاموش ہو گئی — اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"تمہارے بیٹے کا نام کیا تھا اماں ؟"

"نصیر" اس نے کہا : "کم بخت بال بچوں کے بغیر ہی دادا کہلانے لگا تھا "

"اور اس جرأت مند آدمی کا نام کیا تھا جو اس کے ہاتھوں مارا گیا ؟"

"اس کا نام جالی تھا "

"کیا نام بتایا، جالی ؟"

"ہاں جالی، شاید اس کا اصل نام جلال دین تھا، لیکن قصبے میں سب اسے جالی جالی کہتے تھے "

"تو کیا پندرہ سال پہلے بھی اورنگا تمہارے بیٹے کا دوست تھا ؟" فرزانہ نے کچھ سوچ کر سوال کیا —

www.urdufanz.com

"نہیں، ان دنوں تو یہاں کسی نے اوزنگا کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ اس کے گم ہونے کے کوئی دو سال بعد اوزنگا کا نام سننے میں آنے لگا تھا۔"

"اوہ" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اور جب اس کا نام سننے میں آیا، کیا وہ اسی وقت تمہاری مدد کرنے لگا تھا؟" فاروق نے پوچھا۔

"نہیں، اس کے بھی کوئی چار سال بعد۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا تھا اور مجھے بتایا کہ وہ میرے بیٹے کا کسی زمانے میں دوست رہ چکا ہے، لہٰذا میری ہر طرح مدد کرنا چاہتا ہے۔ مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ چلو بڑھاپے کا کوئی تو سہارا ملا۔ پھر اس نے اس بڑے میاں کو ملازم رکھ کر میری خدمت پر مامور کر دیا۔ اس وقت سے یہ یہیں رہتا ہے اور میری دیکھ بھال کرتا ہے۔ ارے تم نے بتایا نہیں کہ تم لوگ کون ہو" بڑھیا نے چونک کر کہا۔

"ہم قصبے میں مہمان ہیں۔ گھوم پھر کر لوگوں کے حالات معلوم کرتے ہیں۔ اس طرح ہم کہانیوں کی کتابیں لکھتے ہیں۔"

"اوہ، تو یہ بات ہے۔"

"جی ہاں، بہت بہت شکریہ، اب ہم چلتے ہیں۔"

تینوں نے بڑھیا کو سلام کیا اور باہر کی طرف چلے۔ اسی

وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ بڑھیا نے فوراً کہا۔

"کون ہے؟ اندر آ جاؤ۔ دروازہ کھلا ہے۔"

محمود نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ انہوں نے دیکھا، وہی بوڑھا کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔

"دروازہ شاید تم نے اندر سے بند کیا تھا۔"

"ہاں، لیکن شاید اس مکان کا دروازہ کبھی بند نہیں کیا جاتا۔" محمود نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں، پندرہ سال سے اس گھر کا دروازہ اندر سے کبھی بند نہیں کیا گیا۔ بڑھیا نے سختی سے منع کر رکھا ہے۔ جانتے ہو کیوں، صرف اس لیے کہ نہ جانے کب اس کا بیٹا واپس آ جائے۔"

"اوہ" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"لیکن سیدھی سادی بڑھیا کیا جانے کہ قاتل بیٹے کبھی اپنے گھروں کو واپس نہیں آیا کرتے۔" بوڑھے نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ شاید بڑھیا کے ساتھ رہتے رہتے وہ بھی بڑھیا کا دکھ اپنا دکھ محسوس کرنے لگا تھا۔

اسی لمحے انہیں بھی اپنے دلوں پر ایک بوجھ سا محسوس ہوا اور وہ جلدی سے باہر نکل آئے۔ بوڑھا ان سے یہ بھی نہ پوچھ سکا کہ وہ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے تھے۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا۔ بوڑھا آنکھوں میں ان گنت سوال لیے انہیں جاتے

www.urdufanz.com

دیکھ رہا تھا۔

○

"کیس ہر لمحے دل چسپ ہوتا جا رہا ہے۔" محمود نے سڑک پر آنے کے بعد کہا۔

"اس میں کیا شک ہے۔ ہم نے کسی کیس میں ہاتھ ڈالا نہیں اور کیس دل چسپ ہوا نہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بڑھیا اور اس کے بیٹے کا معاملہ اس کیس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ پندرہ سال پہلے قصبے میں ایک شخص کو ہلاک کر دیا گیا تھا اور قاتل فرار ہو گیا تھا۔ قاتل آج تک پکڑا نہیں جا سکا، نہ اس کا کوئی پتا چل سکا؛ البتہ اس کے غائب ہونے کے دو سال بعد اورنگا نامی ایک جرائم پیشہ کا نام قصبے میں سنا جانے لگا تھا۔ کیا اورنگا ہی بڑھیا کا بیٹا ہے۔ اگر ہم یہ بات ثابت کر دیں تو اورنگا کو گرفتار ہونے سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔" فرزانہ کہتی چلی گئی۔

"نظر تو یہی آتا ہے کہ اورنگا ہی بڑھیا کا بیٹا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ بات ہو بھی یہی۔" فاروق نے کہا۔

"اس کے لیے ہمیں نصیر دادا اور جالی کے بارے میں تحقیقات کرنا ہوگی۔ نصیر دادا کی تصویر اور انگلیوں کے نشانات کا ریکارڈ دیکھنا ہوگا۔ اس کی انگلیوں کے نشانات اور تصویر ہمیں جیل سے مل سکے، لیکن یہاں کی پولیس بھلا کب کسی کے ساتھ تعاون کرنے لگی۔ کیوں نہ اب ہم ابا جان سے یہاں آنے کی درخواست کریں۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہم ان سے درخواست ضرور کریں گے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خود ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائیں گے۔ ہم جیل سپرنٹنڈنٹ سے ملاقات ضرور کریں گے۔ کیا خبر وہ ان پولیس والوں سے ذرا مختلف آدمی ثابت ہو۔" فرزانہ نے کہا۔

"تو پھر آرام کیسا، کیوں نہ ہم اسی وقت سپرنٹنڈنٹ جیل سے ملنے چلیں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

کچھ دور تک انہیں پیدل چلنا پڑا، پھر ایک ٹیکسی مل گئی اور ٹیکسی نے انہیں جیل کے سامنے اتار دیا۔ یہ اگر دارالحکومت ہوتا تو ایسی معلومات حاصل کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ صرف فون کرنے کی دیر تھی، لیکن یہاں معاملہ ذرا مختلف تھا۔ جیل کا صدر دروازہ لوہے کا تھا۔ اس میں ایک چھوٹا دروازہ بنایا گیا تھا۔ اس دروازے پر ایک کانسٹیبل رائفل لیے کھڑا تھا۔

www.urdufanz.com

تینوں اس کے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہمیں سپرنٹنڈنٹ صاحب سے ملنا ہے۔"

"وہ کس لیے؟" کانسٹیبل نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"ایک ضروری کام کے سلسلے میں۔"

"لیکن وہ فارغ نہیں ہیں، بہت مصروف ہیں۔" اس نے کہا

"آپ ہمارے نام ان تک پہنچا دیں۔ ملاقات کرنا یا نہ کرنا ان کی مرضی پر ہوگا۔"

"اچھی بات ہے، نام لکھ دو۔"

محمود نے ایک کاغذ پر تینوں کے نام لکھے اور ولد انسپکٹر جمشید دارالحکومت بھی لکھ دیا اور کاغذ اسے دے دیا۔ وہ پڑھے بغیر کاغذ لے کر مڑ گیا اور دو قدم چل کر پھر اپنی جگہ آ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا، آپ نے کاغذ نہیں دیا۔" محمود نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"دے دیا ہے بھئی، ساتھ ہی ان کا کمرہ ہے۔ دروازے پر چپراسی کھڑا تھا۔ میں نے کاغذ اسے دیا ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔"

وہ کھڑے انتظار کرتے رہے۔ آخر پندرہ منٹ بعد چپراسی نے کانسٹیبل سے کچھ کہا اور اس نے انہیں اندر داخل ہونے کا

اشارہ کیا۔ تینوں چھوٹے دروازے سے اندر داخل ہوئے اور کانسٹیبل کے اشارہ کرنے پر دائیں ہاتھ والے کمرے کی طرف بڑھے۔ کمرے کے باہر ایک سٹول پر بڑی بڑی مونچھوں والا کانسٹیبل بیٹھا تھا۔ اس نے انہیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔

کمرے کے اندر ایک بڑی سی میز پر انہیں فائلوں کی قطاریں نظر آئیں۔ ان فائلوں کے دوسری طرف ایک ادھیڑ عمر آدمی کا چہرہ نظر آیا۔ اس کی آنکھوں پر عینک تھی۔ عینک موٹے شیشوں کی تھی۔ اس میں سے اس نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھیے، آپ کو مجھ سے کیا کام ہے۔ کیا کسی قیدی سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟"

"جی نہیں، آپ کے ایک سابقہ قیدی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن کیوں؟ اور پھر میں آپ لوگوں کو کیوں بتاؤں؟"

"قانون کی مدد کے نام پر۔ ہم ایک جرم کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"لیکن آپ کی قانونی حیثیت تو کچھ بھی نہیں، پھر بھلا میں آپ کو کس طرح ریکارڈ دکھا سکتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہماری قانونی پوزیشن بھی کسی حد تک

www.urdufanz.com

ہے۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" سپرنٹنڈنٹ چونکا۔

"مطلب یہ کہ ہمارے پاس صدر مملکت کے اجازت نامے ہیں۔ آپ انہیں ملاحظہ فرمالیں۔" یہ کہہ کر محمود نے اپنی جیب سے اجازت نامہ نکال کر دکھایا اور بولا:

"اسی قسم کا ایک ایک اجازت نامہ ان دونوں کے پاس بھی ہے۔"

سپرنٹنڈنٹ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ آخر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"فرمایئے، آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"ایک قیدی جس کا نام نصیر دادا تھا، وہ چوری چکاری کے معاملات میں قیدی بنا تھا۔ پندرہ سال پہلے اس کی سزا ختم ہوئی تو وہ جیل سے باہر نکلا تھا، ہم اس کی فائل دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"نصیر دادا۔" اس کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"کیوں، کیا آپ کو وہ قیدی اب تک یاد ہے۔ یعنی آپ اس زمانے میں اسی جیل میں لگے ہوئے تھے۔" محمود نے بھی حیران ہو کر کہا۔

"ہاں، میں اس وقت بھی یہیں تھا۔ نصیر دادا مجھے آج تک

اچھی طرح یاد ہے۔ وہ بہت اکھڑ تھا۔ پہرے داروں سے لڑ پڑتا تھا۔ کسی کا ادب کرنا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ جیل میں بھی اس کے ساتھی اسے اس کی پسندیدہ چیزیں باقاعدگی سے پہنچایا کرتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، اسے سوجی کا حلوہ کھانے کا بہت شوق تھا۔ ہر دوسرے تیسرے دن اس کے لیے حلوہ تیار کرکے جیل لایا جاتا۔ مجھے چونکہ ایسی چیزیں چیک کرانا پڑتی تھیں، اس لیے یہ باتیں بہت اچھی طرح یاد ہیں۔ سوجی کے حلوے کے ساتھ وہ سگریٹ بھی بہت پیتا تھا۔ پھر اس کی سزا ختم ہوگئی اور وہ رخصت ہوگیا۔ اگرچہ وہ پہرے داروں سے بہت اکھڑ انداز میں پیش آتا تھا، لیکن میرے سامنے ہمیشہ ادب سے بات کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس کی سزا میں اضافہ نہیں ہونے دیا۔ ہر مرتبہ اسے معاف کردیا۔ لیکن آپ اس کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"اس کی فائل میں اس کی تصویر تو ضرور ہوگی۔ ہم اس تصویر کو دیکھنا چاہتے ہیں اور پوری فائل کو غور سے پڑھنا چاہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں فائل نکلوائے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے گھنٹی بجائی۔ چپراسی اندر داخل ہوا۔ تو اس نے ریکارڈ کیپر کو بلا لانے کو کہا۔ ریکارڈ کیپر کو

www.urdufanz.com

نصیر دادا کی فائل کے بارے میں ہدایات دیں اور وہ سر ہلاتا چلا گیا —

تھوڑی دیر بعد فائل ان کے سامنے رکھی تھی اور وہ فائل میں گم ہو چکے تھے — اس میں اس کی تصویر بھی تھی ۔ وہ تصویر کو بہت دیر تک غور سے دیکھتے رہے — پھر محمود نے سپرنٹنڈنٹ سے سوال کیا —

" کیا ہم یہ فائل ایک دو دن کے لیے اپنے پاس نہیں رکھ سکتے "

" ضرور رکھ لیں ، کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ! البتہ آپ کو اس کی رسید لکھ کر دینا ہوگی "

محمود نے رسید لکھ دی ۔

اب فائل میں موجود تمام تفصیل ان کے ذہن نشین ہو چکی تھی — نصیر دادا اول نمبر کا چور ، ڈاکو اور لٹیرا تھا ؛ تاہم وہ صرف دولت مندوں کو لوٹتا تھا — اس نے کبھی کسی غریب آدمی کو نہیں لوٹا تھا — آخری مرتبہ اس نے ایک بہت بڑے دولتمند پر ہاتھ صاف کیا — دولت مند کی شکایت پر پولیس نے اسے گرفتار کر لیا ، لیکن اس سے کچھ نہ اگلوا سکی — کیس عدالت میں لگا تو نصیر دادا کو یقین تھا کہ وہ عدالت سے صاف بری ہو جائے گا — لیکن عدالت میں ایک شخص جالی نے اس

کے خلاف گواہی دی اور عدالت کو بتایا کہ جس وقت اس نے دولت مند آدمی کو لوٹا ، اس وقت وہ بھی نزدیک ہی تھا — اس کے علاوہ نصیر دادا کی ماں بھی عدالت میں حاضر ہوئی اور لوٹا ہوا مال عدالت میں پیش کرتے ہوئے بتایا کہ یہ مال اس کا بیٹا گھر میں چھپا گیا تھا — اس طرح اسے چار سال کی سزا سنائی گئی —

سزا پوری ہونے کے بعد اسے جیل سے رہا کر دیا گیا — اس کے بعد فائل میں اور کوئی تفصیل نہیں تھی — ظاہر ہے ، ہو بھی کیسے سکتی تھی — بعد والا معاملہ تو جیل سے باہر کا تھا —

" آپ کو یہ بات بھی تو معلوم ہوگی کہ جیل سے باہر نکلتے ہی اس نے جالی نامی آدمی کو ہلاک کر دیا تھا —

" ہاں ، میں نے یہ خبر بھی سنی تھی ، لیکن پولیس اسے گرفتار نہیں کر سکی تھی — اس وقت کے ایس پی کو اسی وجہ سے معطل کر دیا گیا تھا "

" اوہو اچھا " محمود کے منہ سے نکلا ، کیونکہ یہ اطلاع ان کے لیے نئی تھی —

" ہاں ، وہ بے چارہ پھر بحال نہ ہو سکا " سپرنٹنڈنٹ کے لہجے میں درد تھا — آنکھوں میں آنسو بھی جھلملانے لگے تھے ، انہوں

www.urdufanz.com

نے ان آنسوؤں کو غور سے دیکھا اور پھر فرزانہ بول اٹھی:

"معلوم ہوتا ہے، وہ ایس پی آپ کے دوست تھے۔"

"نہیں — وہ میرا بھائی تھا۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں —

عمارت میں

چند لمحے تک کمرے میں موت کی سی خاموشی طاری رہی، پھر محمود نے کہا —

"ہمیں افسوس ہے، ہم نے آپ کا غم تازہ کر دیا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"تو اب آپ کے بھائی کہاں ہیں؟"

"اسی قصبے میں رہتے ہیں — بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر گزارہ کرتے ہیں — وہ اپنے زمانے کے نہایت ایمان دار پولیس افسر تھے — انہوں نے زندگی میں کبھی رشوت نہ لی۔ لیکن ان کے اچھے ریکارڈ کو بھی پیش نظر نہ رکھا گیا اور معطل کر دیا گیا۔"

"مہربانی فرما کر ہمیں ان کا پتا لکھوا دیں۔ شاید ہمیں نصیر دادا کے بارے میں ان سے کچھ اور باتیں معلوم ہو جائیں۔"

"ضرور کیوں نہیں، وہ آپ لوگوں سے مل کر بہت خوش

www.urdufanz.com

ہوں گے۔" یہ کہہ کر انہوں نے پتا لکھوا دیا اور وہ اسی وقت ان کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا نام سپرنٹنڈنٹ نے حامد علی خان بتایا تھا۔ مکان تلاش کرنے میں انہیں پندرہ منٹ لگے۔ ایک منزلہ چھوٹا سا پختہ مکان تھا۔ محمود نے گھنٹی کا بٹن دبایا تو ایک بوڑھا آدمی آتا دکھائی دیا۔

"جی فرمایئے۔" اس نے پر شفقت لہجے میں کہا۔

"ہمیں حامد علی خان صاحب سے ملنا ہے۔" محمود بولا۔

"میرا ہی نام ہے۔ اندر تشریف لے آیئے۔"

نفاست سے سجے ایک چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے بعد محمود نے انہیں بتایا کہ کس طرح وہ نصیر دادا کے سلسلے میں جیل گئے تھے اور وہاں سے ان کے بارے میں پتا چلا۔

"ہم آپ سے اس قتل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئے ہیں۔ جو نصیر دادا نے جیل سے نکلنے کے بعد کیا تھا، آپ ہمیں اس بارے میں کچھ بتا سکیں گے۔"

"کیوں نہیں، وہ سب باتیں مجھے اچھی طرح یاد ہیں، جیسے یہ ابھی کل کی باتیں ہوں۔" انہوں نے پر یقین لہجے میں کہا۔

"کیا اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے کہ قاتل نصیر دادا ہی

تھا؟" محمود نے پوچھا۔

"ہاں، جالی کو خنجر مارا گیا تھا اور خنجر پر نصیر دادا کی انگلیوں کے نشانات مل گئے تھے۔"

"لیکن آپ نصیر دادا کو گرفتار نہیں کر سکے؟" فرزانہ بولی۔

"ہاں، نہ جانے وہ کہاں غائب ہو گیا تھا، یوں لگتا تھا جیسے اسے زمین کھا گئی ہو یا آسمان۔ میں نے اس کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مارے، لیکن اس کا نشان تک نہ ملا۔ ان دنوں قصبے کا کمشنر میرے بہت خلاف تھا۔ دراصل وہ رشوت خور آدمی تھا اور میں رشوت سے دُور بھاگتا تھا۔ اس لیے وہ مجھ سے کد رکھنے لگا تھا؛ چنانچہ اس نے مجھے معطل کر دیا۔ اور میں نے بھی دوبارہ بحال ہونے کی کوشش نہیں کی۔ میں بھی پولیس کی ملازمت سے تنگ آ گیا تھا۔" حامد علی خان خاموش ہو گیا۔

"اس کا مطلب ہے، نصیر دادا کا اس کے بعد آج تک کچھ پتا نہیں چل سکا۔"

"نہیں، لیکن بھئی، یہ بھی بتایئے کہ آپ یہ سب باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں۔ آپ لوگوں نے ابھی تک اپنا تعارف تک نہیں بتایا۔"

اب انہیں اپنے بارے میں بتانا پڑا۔ حامد علی خان

www.urdufanz.com

اچھل ہی تو پڑا—

"اف میرے خدا، تو یہ آپ ہیں— میں انسپکٹر جمشید کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں۔" انہوں نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"اوزنگا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"بہت بُرا آدمی ہے، بڑے محفوظ انداز میں جرم کرتا ہے۔ وہ اپنے گروہ کے آدمیوں کو صبح سویرے قصبے میں پھیلا دیتا ہے— اور انہیں ہدایات دے دیتا ہے کہ کس کو کتنے آدمیوں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرنا ہے۔ قصبے کے لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔ کوئی اس کے یا اس کے آدمیوں کے خلاف گواہی نہیں دیتا— یہی وجہ ہے کہ وہ آج تک محفوظ ہے۔"

"لیکن، ہم نے سنا ہے کہ وہ پولیس سے ملا ہوا ہے!"

"مجھے نہیں معلوم، شاید ایسا ہی ہو۔"

"سوال یہ ہے کہ یہاں کی پولیس کا رویّہ اتنا اکھڑ کیوں ہے۔ کوئی شخص آسانی سے جا کر رپورٹ درج نہیں کرا سکتا— اس کے لیے بھی پہلے انہیں سو روپے دو— یہ کیا تک ہوئی؟"

"ایس پی راؤشی خان جب سے ایس پی بنا ہے، حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔"

"اوزنگا اس قصبے میں آپ کی ملازمت کے دوران ہی

آ گیا تھا؟"

"نہیں، کافی بعد کی بات ہے۔ ویسے تم اوزنگا کے بارے میں اس قدر کرید کرید کر کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس قصبے میں نفیر دادا کی ماں رہتی ہے۔ آپ کو تو معلوم ہی ہوگا۔" محمود نے انہیں بتایا۔

"ہاں، میں نے تو اس گھر پر بھی کئی بار چھاپے مارے تھے۔ لیکن نفیر دادا وہاں ایک بار بھی نہیں مل سکا۔" انہوں نے کہا—

"اوزنگا جب سے اس قصبے میں وارد ہوا ہے، نفیر دادا کی ماں کی مدد کرتا ہے، اس نے اس کے لیے ایک ملازم بھی رکھ کر دیا ہوا ہے۔"

"اوہ۔" حامد علی خان نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"لہٰذا ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ کہیں اوزنگا ہی تو نفیر دادا نہیں، اگر یہ بات ثابت ہو جائے۔ ہمارا کام بہت آسان ہو جائے گا— دراصل ہم اس قصبے سے ظلم اور ناانصافی کا خاتمہ چاہتے ہیں۔"

"خدا تمہیں تمہارے ارادوں میں کامیاب کرے۔ اس بات کا امکان ہے کہ اوزنگا ہی نفیر دادا ہو، کیونکہ نفیر دادا کے قصبے سے غائب ہونے کے کوئی چار سال بعد یہ شخص نمودار ہوا تھا۔ شاید اس دوران یہ اپنے حلیے میں تبدیلی ہونے کا

www.urdufanz.com

انتظار کرتا رہا۔"

"ضرور یہی بات ہے — اب ہمیں کسی نہ کسی طرح اس کی انگلیوں کے نشانات حاصل کرنا ہیں۔"

"لیکن، لیکن یہ تم کس طرح کرو گے؟"

"کسی نہ کسی طرح تو ضرور کریں گے، کرنا ہی پڑے گا۔"

"بھئی، ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا — اگر اوزنگا نصیر دادا ہی ہے اور اسے شک ہو گیا کہ تم اسے نصیر دادا ثابت کرنے کے چکر میں ہو تو تمہارے لیے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دے گا۔"

"جی ہاں، یہ اندازہ تو ہمیں بھی ہے۔"

"تو پھر تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے والد کو یہاں بلالو۔ وہ اوزنگا سے نہایت آسانی سے انگلیوں کے نشانات لے لیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم سوچیں گے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔" محمود نے کہا اور پھر ان سے اجازت چاہی۔

حامد علی خان انہیں رخصت کرنے دروازے تک آئے اور دیر تک ان کے لیے ہاتھ ہلاتے رہے۔ وہ بھی مڑ مڑ کر ہاتھ ہلاتے رہے — آخر سڑک پر آ کر انہوں نے ایک ٹیکسی لی اور ہوٹل پہنچے — اپنے کمرے میں پہنچے ہی تھے کہ خان رحمان آ

گئے —

"توبہ ہے تم تینوں سے، میں تو پریشان ہو گیا تھا، تم لوگ تو اس طرح غائب ہو گئے تھے، جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ آخر کہاں چلے گئے تھے تم — جمشید کا فون بھی آیا تھا۔" وہ ایک سانس میں کہہ گئے —

"کیا کہا انہوں نے؟" فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"یہی کہ اگر میری مدد کی ضرورت ہو تو میں آ جاؤں۔"

"ہوں۔" محمود سوچ میں گم لہجے میں بولا، پھر انہوں نے دن بھر کی کارگزاری کی تفصیل انہیں سنا دی۔

"ویری گڈ، تم نے تو خاصہ کام کر دکھایا ہے — میرا خیال ہے کہ اب حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی ہے — اس لیے جمشید کو بلا ہی لینا چاہیے۔"

"ہم آپس میں گفت گو کر کے اس کے بارے میں جواب دیں گے — یوں بھی اب ہم صبح سے پہلے کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

"اچھی بات ہے، جیسے تمہاری مرضی۔" خان رحمان نے کہا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

"کیوں بھئی، تم دونوں کیا کہتے ہو؟"

"میں نے ایک ترکیب سوچی ہے۔" فرزانہ نے چونک کر کہی۔

"یہ کون سی نئی بات ہے۔" فاروق نے منہ بنایا —

www.urdufanz.com

"ہم تمام حالات لکھ کر انکل کو دے دیتے ہیں اور پھر اوزنگا کی انگلیوں کے نشانات حاصل کرنے کی کوشش کر ڈالتے ہیں، اگر ہم پھنس گئے تو انکل ابا جان کو فون کر دیں گے؛ ورنہ ہم ان کی مدد کے بغیر ہی یہ معرکہ مار لیں گے۔"

"گویا تم یہ کیس ابا جان کی مدد کے بغیر حل کرنے کی سوچ رہی ہو۔"

"ہاں، چاہتی تو میں یہی ہوں۔ وہ ان دنوں دفتر میں بہت مصروف ہیں، لہٰذا انہیں اس وقت تک پریشان نہ کیا جائے، جب تک کہ ہم مجبور نہ ہو جائیں۔"

"مجھے تم سے پورا پورا اتفاق ہے فرزانہ۔"

"ظاہر ہے، تمہیں مجھ سے تو پورا پورا اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔"

فاروق نے منہ بنایا، پھر بولا:

"سوال یہ ہے کہ ہم اوزنگا کی انگلیوں کے نشانات لیں گے کس طرح؟"

"محل میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے اور پھر جو ہوگا، دیکھا جائے گا، یا تو ہم انگلیوں کے نشانات حاصل کر کے وہاں سے نکل آئیں گے، یا وہیں پھنس جائیں گے۔" فرزانہ بولی۔

"خیر، اس خطرناک موقعے پر میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا؛ ورنہ تمہاری ترکیب سے مجھے ایک فی صد بھی اتفاق نہیں۔"

"وہ تو تمہیں ہمیشہ ہی نہیں ہوتا۔" فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"بس تو یہ طے رہا — اب ہم انکل کے لیے تفصیل لکھ کر ان کے کمرے میں کھسکا دیں گے اور خود رات کے وقت اوزنگا کے محل کی سیر کرنے چلیں گے۔" فرزانہ کے لہجے میں جوش تھا —

"گویا اوکھلی میں سر دینے جائیں گے۔" فاروق نے لقمہ دیا۔

"اور تم موسلوں سے ڈرتے رہنا۔" فرزانہ بولی۔

"اچھا، تمہارے مشورے پر عمل کروں گا۔"

رات کے ٹھیک گیارہ بجے وہ ہوٹل کے پچھلے دروازے سے باہر نکل رہے تھے، لیکن اس سے پہلے وہ ایک ایک بات لکھ کر خان رحمان کے کمرے کے دروازے سے اندر سرکا چکے تھے اور اب انہیں یہ فکر نہیں تھی کہ اگر وہ پھنس گئے تو ان کی مدد کو کوئی نہیں آ سکے گا —

○

پہلے کی طرح محل میں داخل ہونے کے لیے انہوں نے مٹھ کو دبایا، لیکن دروازہ نہ کھلا —

محل نما عمارت کا دروازہ بند تھا اور یہ کسی قلعے کے دروازے کی طرح تھا — دروازے پر کوئی چوکیدار بھی نہیں تھا۔ انہوں نے

www.urdufanz.com

مکان کے گرد ایک چکر لگایا، لیکن اندر جانے کا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔

"کیوں بھئی، اب کیا کریں؟" محمود نے کہا۔

"واپس چلتے ہیں اور کیا کریں گے۔" فاروق بولا۔

"تم تو ہو کام چور اور بزدل۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"اچھا تو پھر تم بتادو کہ اب کیا کریں؟" فاروق نے برا مانے بغیر مسکرا کر کہا۔

"ہمیں کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہونا ہے۔"

"تو پھر اس کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ دروازہ دھڑدھڑانا شروع کردو، کوئی تو دروازہ کھولنے آئے گا ہی اور رات کو بے آرام کرنے کے جرم میں ہمیں پکڑ کر اندر بھی لے ہی جائے گا۔ چاہو تو تم اس کا شکریہ بھی ادا کر دینا۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"بھئی واہ، فاروق نے زندگی میں پہلی مرتبہ ترکیب بتائی اور شاندار بتائی۔" فرزانہ خوش ہو کر بولی۔

"میرا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کرو، منہ کی کھاؤ گی۔"

"ارے مگر، میں مذاق کب اڑا رہی ہوں۔"

"ہائیں، تو پھر کیا اڑا رہی ہو؟"

"مذاق نہ کرو، چلو محمود، دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دو۔"

"ارے ارے، یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"میں سنجیدہ ہوں، اندر داخل ہونے کی اس سے اچھی اور آسان ترکیب واقعی نہیں ہوسکتی۔"

"کیا تم واقعی سنجیدہ ہو؟" محمود نے بھی بوکھلا کر کہا۔

"ہاں، تم دروازہ کھٹکھٹاتے ہو یا یہ کام میں انجام دوں؟"

"ٹھہرو، میں ہی کھٹکھٹاتا ہوں۔"

اور رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے محل نما عمارت کا دروازہ دھڑدھڑایا جانے لگا۔ آس پاس مکان بہت دور دور اور کم تھے۔ اس لیے انہیں یہ خطرہ نہیں تھا کہ لوگوں کی نیند میں خلل پڑے گا۔ تقریباً پندرہ منٹ کی ٹھک ٹھک کے بعد کہیں جاکر انہوں نے قدموں کی آواز سنی۔

"اب پیچھے ہٹ آؤ۔" فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"کیوں، اب کوئی بے چارہ دروازہ کھولنے آرہا ہے تو ہم پیچھے کھسک جائیں، یہ کیا بات ہوئی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"عقل کے ناخن لو۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا اور تینوں کھسکتے ہوئے دروازے سے دور نکل آئے، تاہم وہ دیوار سے ہی لگے رہے تھے۔ ایک منٹ بعد ہی دروازہ کھلا اور کسی نے چلا کر کہا:

"یہ کون الو کا پٹھا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ کیا دماغ میں نہیں

www.urdufanz.com

آسکتا۔ ارے یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے" دروازہ کھولنے والے کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی باہر نکلا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"کمال ہے، کیا جن اور بھوت دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے"

اس نے بڑبڑا کر کہا اور پھر دروازے سے کچھ اور آگے بڑھ گیا، یہی وہ لمحہ تھا جس سے تینوں نے فائدہ اٹھایا۔ دبے پاؤں تیزی سے دروازے کی طرف آئے اور اندر داخل ہوگئے۔ اس کے بعد وہ رکے نہیں، تقریباً دوڑتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اندر مکمل تاریکی تھی، لیکن وہ دن میں عمارت کو دیکھ چکے تھے۔ اس لیے اندھیرے میں بھی آسانی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

"اب رکو نہیں، بس اوزنگا کے کمرے میں پہنچ جاؤ" فرزانہ نے ان سے آگے چلتے ہوئے کہا۔

"اور اندر جا کر چوہوں کی طرح پھنس جاؤ" فاروق بولا۔

"چوہوں کی طرح بزدل پھنسا کرتے ہیں"

اوزنگا کے کمرے تک پہنچنے میں انہیں کوئی دشواری نہیں ہوئی، لیکن اس کے کمرے کا دروازہ بھی بند نظر آیا۔

"اب کیا کریں، کیا یہ دروازہ بھی کھٹکھٹانا پڑے گا" فاروق نے سرگوشی کی۔

"ابھی ٹھہرو، پہلے کمرے کی کھڑکیاں دیکھ لیں۔ گرمی کا موسم

ہے۔ کم از کم اس نے کھڑکیاں تو کھول رکھی ہوں گی" محمود نے کہا۔

اس کا خیال ٹھیک ہی نکلا۔ کمرے کی دو کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اندر بجلی کا پنکھا چل رہا تھا۔ محمود نے ان دونوں کو باہر ہی ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور اندر پھلانگ گیا۔ اب اس کا کام آسان تھا۔ اس نے کاغذ اور پیڈ جیب سے نکالا اور اوزنگا کی طرف بڑھا۔ کمرے میں زیرو کا بلب روشن تھا۔ اوزنگا گدے دار مسہری پر پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ اس کا منہ بن گیا۔ خراٹے لینے والوں سے اسے چڑ سی تھی۔ محمود نے دھیرے سے اوزنگا کی انگلیوں پر پیڈ سے سیاہی لگائی اور نشانات کو کاغذ پر لے لیا۔ ساتھ ہی اس کی کلائی اوزنگا کے مضبوط ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کی سٹی گم ہوگئی۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" وہ سانپ کی طرح پھنکارا۔ باہر کھڑے فاروق اور فرزانہ بوکھلا اٹھے۔ انہوں نے جلدی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہے ہوں، اب کیا کریں؟

www.urdufanz.com

خاص چور

" فاروق، فرزانہ، تم بھاگ جاؤ" محمود نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر کھڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیسے بھاگ جائیں" فرزانہ نے کہا اور وہ بھی اندر کود گئی — فاروق نے بھی اندر آنے میں دیر نہ لگائی۔ اس کے ساتھ ہی اورنگے نے اپنی مٹھی میں لگا ایک بٹن دبا دیا۔ ایک قیامت خیز الارم پوری عمارت میں گونج اٹھا — محمود نے ایک زوردار جھٹکا مار کر ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، لیکن ممکن نہ ہوا — الارم سے پہلے فاروق اور فرزانہ نے اورنگا پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچا تھا، لیکن اس وقت الارم بج چکا تھا اور وہ ساکت کھڑے رہ گئے، کیونکہ اب اورنگا پر حملہ کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا —

" ہاں، تو تم نے بتایا نہیں، یہ کیا ہو رہا تھا"

" آپ کی انگلیوں کے نشانات لے رہا تھا"

" میری انگلیوں کے نشانات، لیکن کیوں؟"

" کیا آپ کو بابر نے نہیں بتایا؟"

" ہاں، اس نے بتایا تھا کہ تم بوڑھے کا تعاقب کرتے ہوئے نصیر دادا کی ماں تک پہنچ گئے تھے — تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟"

" آخر آپ نصیر دادا کی ماں کی مدد کیوں کرتے ہیں؟"

" اس لیے کہ وہ میرا دوست تھا"

" لیکن اس کے غائب ہونے سے پہلے تو آپ کا اس قصبے میں نام تک سننے میں نہیں آیا" فرزانہ نے اعتراض کیا۔

" یہ ضروری تو نہیں کہ دو دوست ایک ہی جگہ رہیں، کیا وہ الگ الگ شہر میں نہیں رہ سکتے — نصیر دادا میرا کالج کے زمانے میں دوست بنا تھا"

" تو تم دونوں نے کالج کے زمانے میں ہی مجرمانہ کام شروع کر دیے تھے؟" محمود نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

" یہ تم نے کیسے جانا" اورنگا حیرت زدہ رہ گیا۔

اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"دروازہ اندر سے کھول دو" اورنگے نے فاروق سے کہا اور اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ فوراً ہی آٹھ نو آدمی اندر داخل ہوئے۔

www.urdufanz.com

"کیا معاملہ ہے ماسٹر اورنگا؟"

"یہ غیر قانونی طور پر ہمارے گھر میں گھسے ہیں — انہیں قانون کے حوالے کرنا ہے۔"

"بہت خوب، یہ ہیں بھی اسی قابل۔" انہوں نے باہر کی آواز سُنی۔

"ہاں، میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم نے یہ کیسے جانا؟"

"آپ بھی ڈاکو ہیں اور نصیر دادا بھی ڈاکو تھا اور آپ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ آپ کالج کے زمانے کے ساتھی ہیں۔ صاف ظاہر ہے، دونوں نے بڑے ہو کر اچانک تو مجرمانہ کاموں کا پروگرام نہیں بنایا ہوگا — ہم خیال لوگ بہت جلد ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں۔"

"تم لوگ بہت عقل مند ہو — تمہارا یہ خیال ٹھیک ہی ہے — لیکن ہم کالج کے زمانے سے نہیں، بلکہ سکول کے زمانے میں ہی دوست بن گئے تھے اور ہم نے لوگوں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرنے شروع کر دیے تھے۔ ہمارا ہاتھ اتنا صاف ہو گیا تھا کہ کبھی پکڑے جا سکے، نہ کسی نے ہم پر کبھی شک کیا۔" اس نے پرزور لہجے میں کہا۔

"تو آپ کا سکول اور کالج کے زمانے کا نام کیا تھا؟"

"اس بات کو چھوڑو، میرا نام کچھ بھی تھا — ہاں نصیر نے

سکول اور کالج میں اپنا کچھ اور نام لکھوا رکھا تھا — وہ میری نسبت زیادہ چالاک تھا۔ اس کا کہنا تھا، ہم جیسوں کا نام کاغذات میں کچھ اور ہونا چاہیے — گھر میں کچھ اور — لوگوں میں کچھ اور۔"

"آپ زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کریں — آپ ہی نصیر دادا ہیں۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"ہم اس بات کو ثابت کر دیں گے۔"

"لیکن تمہیں اس کی مہلت نہیں دی جائے گی، بلکہ لو ابھی میں راؤشی خان کو فون کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ راؤشی خان کے نمبر گھمانے لگا، جلد ہی سلسلہ مل گیا — اس نے دوسری طرف کی آواز سننے کے بعد کہا:

"ہیلو راؤشی خان، ہم نے تین چور پکڑے ہیں — یہ میرے گھر میں گھس آئے تھے — مہربانی فرما کر یہاں آ جائیں۔" یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی آواز سننے لگا۔

"میں جانتا ہوں، یہ کام آپ کا انسپکٹر راجہ منور بھی کر سکتا ہے، لیکن معاملہ ذرا ٹیڑھا ہے — یہ لوگ عام چور نہیں، خاص چور ہیں۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا اور دوسری طرف کی آواز سننے لگا، پھر بولا:

www.urdufanz.com

"چلو ٹھیک ہے — صبح تک انہیں ایک کمرے میں بند رکھتے ہیں، آپ ناشتے کے وقت آجانا۔" اس کے بعد اس نے فون رکھ دیا۔ اور بابر وغیرہ سے بولا:

"اس وقت تو راؤشی خان نہیں آسکتے؛ البتہ صبح آجائیں گے — اب انہیں ہاتھ پیر باندھ کر کسی کمرے میں ڈال دو۔ دروازہ اور کھڑکیاں اچھی طرح بند کر دو اور تم میں سے چار آدمی کمرے کے گرد پہرہ دیتے رہو — سمجھ گئے۔"

"جی ہاں، ماسٹر اوزنگا۔"

"اور اگر یہ یہاں سے بھاگ گئے تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے اس کاغذ کو پرزے پرزے کر ڈالا جس پر اس کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے تھے — ساتھ ہی انہیں کمرے سے باہر دھکیلا جانے لگا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر اشاروں میں بات کی اور یہ طے پایا کہ رات یہیں گزاری جائے —

تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے میں بندھے پڑے تھے۔ کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند کر دی گئیں — اس کے بعد تینوں حرکت میں آگئے —

(۰)

خان رحمان صبح فجر کے وقت اٹھنے کے عادی تھے۔ اٹھ کر وضو کرنے کے لیے غسل خانے کی طرف مڑے ہی تھے کہ دروازے کے قریب فرش پر ایک لفافہ پڑا نظر آیا — انہیں بڑی حیرت ہوئی۔ جلدی سے لفافہ کھولا اور اس میں سے کاغذ نکال کر پڑھنے لگے — ان کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی، خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا — پھر تحریر ختم کرنے کے بعد وہ جلدی سے کمرے سے نکلے — انہوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ والے دونوں کمروں میں قفل کے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا، لیکن دونوں کمرے خالی تھے تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی — انہوں نے فوراً انسپکٹر جمشید کے گھر کے نمبر ڈائل کیے — دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی، پھر فوراً ان کی آواز سنائی دی:

"ہیلو، جمشید بول رہا ہوں۔"

"اور میں خان رحمان بول رہا ہوں — جمشید، فوراً یہاں پہنچ جاؤ — محمود، فاروق اور فرزانہ خطرے میں گھر گئے ہیں۔"

"اوہ، لیکن میں اتنی جلدی کس طرح پہنچ سکتا ہوں — شمشان نگر کو پہلی پرواز نو بجے صبح سے پہلے روانہ نہیں ہوتی اور وہ بھی دو گھنٹے لگاتی ہے۔"

www.urdufanz.com

"نہیں، اس طرح تو بہت دیر ہو جائے گی۔۔۔ دیر تو شاید پہلے ہی ہو چکی ہے۔۔۔ تم یوں کرو کہ خصوصی طیارے کے ذریعے آ جاؤ۔۔۔ آئی جی صاحب کو فون کرو، وہ انتظام کر دیں گے۔۔۔ میں تمہیں ہوائی اڈے پر ملوں گا۔"

"اچھی بات ہے، میں فوراً پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

تین گھنٹے بعد ہوائی اڈے پر ایک چھوٹا سا طیارہ اترا اور اس میں سے انسپکٹر جمشید باہر نکلے۔۔۔ خان رحمان نے انہیں دیکھ کر ہاتھ ہلایا، باہر ٹیکسی تیار کھڑی تھی۔

"آؤ جمشید، جلدی کرو۔"

"کچھ بتاؤ گے نہیں؟"

"ٹیکسی میں۔" انہوں نے کہا۔

دونوں تیز تیز چلتے ٹیکسی تک آئے اور پھر اس میں بیٹھ گئے۔۔۔ خان رحمان نے وہ خط انہیں دے دیا اور وہ پڑھنے لگے۔۔۔ ادھر خان رحمان نے ڈرائیور سے کہا:

"تمہیں معلوم ہے اورنگا کا محل کہاں ہے؟"

"جی ہاں، معلوم ہے۔"

"تو بس پھر ادھر ہی چلو۔"

"اچھی بات ہے۔" ڈرائیور نے کہا اور ٹیکسی تیزی سے

ایک سمت میں بڑھ گئی۔

انسپکٹر جمشید جلدی جلدی پڑھتے جا رہے تھے، پھر محل آنے سے پہلے ہی انہوں نے پوری تحریر پڑھ لی۔

"ٹھہرو ڈرائیور، مجھے پہلے ایک فون کرنا ہے، کسی ایسی جگہ لے چلو، جہاں سے میں فون کر سکوں۔" انہوں نے کہا۔

"یہاں سے قریب ہی ایک پبلک فون بوتھ ہے۔" ڈرائیور نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ادھر ہی چلو۔"

"کیوں، فون کسے کرنا ہے۔" خان رحمان حیران ہو کر بولے۔

"ایسے کام نہیں چلے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

فون بوتھ کے پاس ٹیکسی رکی۔۔۔ انسپکٹر جمشید نیچے اترے اور فون کرنے بوتھ میں چلے گئے۔

چند منٹ تک ان کی بات چیت جاری رہی، پھر وہ ریسیور رکھ کر ٹیکسی میں واپس آ گئے، اور ٹیکسی ایک بار پھر اورنگا کے محل کی طرف روانہ ہو گئی۔

"تم نے کسے فون کیا ہے جمشید؟"

"ذرا صبر کرو خان رحمان، ابھی تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" انہوں نے پراسرار انداز میں کہا۔

www.urdufanz.com

پندرہ منٹ بعد وہ محل نما عمارت کے سامنے ٹیکسی سے اتر رہے تھے۔ انہوں نے بل ادا کیا اور دروازے کی طرف بڑھے، پھر انسپکٹر جمشید کا ہاتھ دستک کے لیے اٹھا۔۔

آ گئے

صبح کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے کمرے کا دروازہ کھلا، بابر اور چند اور آدمی اندر داخل ہوئے۔۔ انہوں نے تینوں کی رسیاں کھول دیں، پھر بابر نے کہا:

"چلو، راؤشی خان آ چکے ہیں۔۔ کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کرنا۔۔ دروازہ بند ہے اور دروازے کے اندر پہریدار موجود ہیں، لہذا تم فرار ہونے کی کوشش کر کے بھی نقصان میں رہو گے۔"

"اچھا، نہیں کریں گے۔" محمود بولا۔

ساری رات بندھے رہنے کی وجہ سے ان کے جسموں پر رسیوں کے نشان پڑ گئے تھے اور جسم بُری طرح دکھ رہے رہے تھے۔۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے ان کے آگے آگے چلے۔ آخر ڈائننگ روم میں داخل ہوئے۔ یہاں ایک لمبی سی میز پر ناشتا لگا تھا۔۔ ناشتے پر محمود کی نظریں جم سی گئیں۔ اور نگا

www.urdufanz.com

اور راؤشی خان ناشتے پر ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ انہیں میز کے پاس کھڑا کر دیا گیا۔ بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہا گیا۔ راؤشی خان نے انہیں نظر بھر کر دیکھا اور خاموشی سے ناشتا کرتا رہا۔ اوزنگا کی نظروں میں ان کے لیے نفرت ہی نفرت تھی۔ آخر خدا خدا کرکے وہ ناشتے سے فارغ ہوئے۔ برتن اٹھا لیے گئے تو راؤشی خان نے کہا۔

"ہاں اوزنگا صاحب، اب بتایئے، کیا معاملہ ہے۔ ناشتا بہت پر لطف تھا، بہت بہت شکریہ۔ آپ میرے بہت اچھے دوست ہیں اور اس قصبے میں کوئی آپ کو پریشان کرے، یہ میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ ویسے ان تینوں کو میں کہیں دیکھ چکا ہوں۔ اوہ ہاں یاد آیا، یہ تھانے میں رپورٹ درج کرانے آئے تھے۔ نہ جانے یہ لوگ کیوں خیال کرنے لگے ہیں کہ تمہارے آدمی لوگوں کو لوٹتے پھرتے ہیں، کیا ایسی کوئی بات ہے؟"

"جی نہیں راؤ صاحب، لوگ میرے خلاف افواہیں اڑاتے رہتے ہیں۔ ان کا معاملہ یہ ہے کہ ان کا بٹوہ کسی نے اڑا لیا تھا۔ ہوٹل میں کسی نے انہیں بتایا ہوگا کہ بٹوہ ضرور میرے آدمیوں نے اڑایا ہے، چنانچہ یہ یہاں پہنچ گئے۔ میں نے انہیں باہر کا راستہ دکھا دیا۔ آپ کو میرے ایک دوست نصیر دادا کے بارے میں تو معلوم ہی ہے۔ وہ نہ جانے کتنے

عرصے سے غائب ہے۔ اس قصبے میں اس کی ماں رہتی ہے۔ میں نے دوستی کے ناطے اس بڑھیا کی مدد شروع کر رکھی ہے۔ اس کے لیے ایک خدمت گار رکھ کر دے دیا ہے۔ اتفاق سے وہ خدمت گار ان کی موجودگی میں یہاں آ گیا، بڑھیا بیمار تھی نا، اس لیے۔ ہاں تو انہوں نے اس بوڑھے خدمت گار کا تعاقب کیا اور بڑھیا تک پہنچ گئے۔ وہاں سے انہیں نصیر دادا کی گمشدگی کی تفصیلات معلوم ہوئیں، لہذا ان کا خیال یہ ہے کہ میں دراصل اوزنگا نہیں ہوں، نصیر دادا ہی ہوں اور اسی لیے اپنی ماں کی مدد کرتا رہتا ہوں۔ اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے رات یہ دھوکے سے میرے مکان میں گھس آئے اور میرے کمرے تک پہنچ گئے۔ میں ٹھہرا بہت کچی نیند کا آدمی، میری آنکھ کھل گئی، دیکھا تو یہ ایک کاغذ پر میری انگلیوں کے نشانات لے چکے تھے۔" یہاں تک کہہ کر اوزنگا خاموش ہو گیا۔

"لیکن انگلیوں کے نشانات یہ کیا کریں گے؟"

"ان کے پاس نصیر دادا کی انگلیوں کے نشانات ہوں گے۔"

"کیوں، تم لوگوں کے پاس اس کی انگلیوں کے نشانات کہاں سے آئے؟" راؤشی خان پہلی مرتبہ ان سے مخاطب ہوا۔

"جیل سپرنٹنڈنٹ سے ہم اس کی فائل حاصل کر چکے ہیں۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

www.urdufanz.com

"اوہو، تو تم وہاں تک بھی پہنچ چکے ہو، حیرت ہے۔"

"جی ہاں، ہماری عادت کچھ ایسی ہی ہے، ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن، ابھی تک تم جیل نہیں پہنچے ہو گے اور جیل میں تمہیں میں پہنچاؤں گا۔" راؤشی خان نے کہا۔

"وہ کس جرم میں؟" محمود تنک کر بولا۔

"اوزنگا صاحب کے مکان میں غیر قانونی طور پر داخل ہونے اور پھر ان کی انگلیوں کے نشانات لینے کے جرم میں۔"

"چلیے خیر، ہم جیل جانے کے لیے تیار ہیں، لیکن آپ یہ تصدیق کیوں نہیں کرتے کہ اوزنگا کہیں نصیر دادا ہی تو نہیں ہے۔ آپ کو یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ نصیر دادا ایک مفرور قاتل ہے۔"

"ہاں، میں یہ بات جانتا ہوں اور تمہارے اطمینان کے لیے میں اوزنگا کی انگلیوں کے نشانات لے کر فائل پر موجود نشانات سے بھی ملا کر دیکھوں گا۔" راؤشی خان نے کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" اوزنگا نے راؤشی خان کو تیز نظروں سے گھورا۔

"اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ کیا آپ نصیر دادا ہیں؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔"

"تب پھر آپ کی انگلیوں کے نشانات چیک کرانے میں کیا ڈر ہے۔" راؤشی خان نرم لہجے میں مسکرایا۔

"کیا یہ میری بے عزتی نہیں؟" اوزنگا غصے میں آ کر بولا۔

"ہرگز نہیں، اس طرح تو آپ کی عزت اور بڑھ جائے گی۔ لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نصیر دادا نہیں ہیں۔ کچھ لوگ اگر ذہنوں میں یہ شبہ رکھتے ہیں تو ان کا شبہ بھی نکل جائے گا۔" راؤشی خان نے جلدی جلدی کہا۔

"بات تو ٹھیک ہے۔ خیر میں تیار ہوں۔" اوزنگا بھی مسکرا دیا، پھر بولا:

"لیکن آپ ان کا کیا کریں گے؟"

"بتا چکا ہوں، انہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا ہوگا۔"

"لیکن یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"ہاں، سن چکا ہوں، لیکن قانون سب کے لیے برابر ہے۔ اس میں انسپکٹر جمشید کیا کر سکے گا۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"تو پھر بسم اللہ کیجیے۔" یہ کہہ کر اوزنگا نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ راؤشی خان نے ایک کاغذ پر اس کی انگلیوں کے نشانات لیے، پھر ان سے بولا۔

"ہاں بھئی، لاؤ وہ فائل کہاں ہے؟"

www.urdufanz.com

محمود نے قمیص کے نیچے سے وہ فائل نکالی اور کھول
کر راؤشی خان کے سامنے رکھ دی۔ وہ ان نشانات کا بغور معائنہ
کرنے لگا۔ ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ آخر اس نے
سر اوپر اٹھایا اور اس سے پہلے کہ اس کے ہونٹ ہلتے، مکان
کے دروازے پر دستک ہونے لگی۔
وہ ایک دم چونکے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کھل اٹھے،
کیونکہ انداز انسپکٹر جمشید کا تھا۔

○

"بابر، تم جا کر دیکھو، کون ہے اور ہاں، کوئی بھی ہو، کہہ
دینا، میں مصروف ہوں۔" اورنگا نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔
"جی بہتر۔" بابر نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔
"ہاں راؤ صاحب، کیا نتیجہ نکلا؟"
"دونوں نشانات آپس میں بالکل نہیں ملتے۔" راؤشی خان
نے کہا۔
"مل بھی کیسے سکتے ہیں، میں نصیر دادا ہوں ہی نہیں۔"
اورنگا نے خوش ہو کر کہا۔
"کیا یہ نشانات ہمیں بھی دیکھنے کی اجازت ہے جناب؟" محمود

نے منہ بنا کر کہا۔
"اگرچہ اس کی ضرورت نہیں، لیکن میں تمہارے اطمینان کے
لیے تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔" راؤشی خان نے کہا۔
تینوں آگے بڑھے اور نشانات کو بغور دیکھنے لگے۔ وہ
واقعی بالکل مختلف تھے۔ ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی، چہرے
لٹک گئے۔
"اور تم گرفتار ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" راؤشی خان نے
مسکرا کر کہا۔
"لیکن جناب، آپ ہمیں گرفتار نہیں کر سکتے۔" فرزانہ نے
پرسکون آواز میں کہا۔
"وہ کیسے؟" راؤشی خان نے حیران ہو کر کہا۔
"اس لیے کہ ہم نے کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کی۔"
"تو کیا کسی کے گھر میں اس طرح داخل ہونا غیر قانونی
حرکت نہیں ہے؟"
"ایک لحاظ سے ہمارے لیے غیر قانونی نہیں ہے۔"
"کیا مطلب؟" راؤشی خان کا لہجہ تیز ہو گیا۔
اسی وقت قدموں کی آواز گونجی۔ آواز ایک سے زائد
آدمیوں کی تھی، جب کہ واپس صرف بابر کو آنا تھا، لہٰذا انہوں نے
چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، دوسرے ہی لمحے وہ بوکھلا سے

www.urdufanz.com

گئے۔ بابر ہاتھ اوپر اٹھائے کمرے میں داخل ہو رہا تھا اور اس کے پیچھے دو آدمی تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا۔ یہ انسپکٹر جمشید اور خان رحمان تھے۔

باتوں کی روشنی

"یہ کیا ہے، آپ لوگ کون ہیں اور آپ نے ہاتھ میں پستول کیوں پکڑ رکھا ہے۔" راؤشی خان نے بھنّائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس شخص نے ہمیں اندر آنے کی اجازت نہ دی تو مجھے پستول نکالنا پڑا۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ میرے بچوں کو اس مکان میں پکڑ کر حبس بے جا میں رکھا گیا ہے، لہذا مجھے یہ حق پہنچتا تھا کہ میں اس مکان کو اندر سے دیکھوں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ میرا نام انسپکٹر جمشید ہے اور یہ میرے دوست خان رحمان ہیں۔"

کمرے میں چند لمحے کے لیے سناٹا طاری ہو گیا۔ آخر راؤشی خان نے کہا۔

"لیکن آپ کو اور آپ کے بچوں کو دوسروں کے گھر میں غیر قانونی طور پر داخل ہونے کا حق کس نے دے رکھا ہے؟"

www.urdufanz.com

"صدرِ مملکت نے ۔۔۔ لیکن ہم بلا وجہ لوگوں کے گھروں میں نہیں گھستے پھرتے۔ جب ہمیں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ فلاں گھر میں کوئی مجرمانہ کام ہو رہا ہے یا کوئی مجرم چھپا ہوا ہے تو ہم اس گھر میں اس طرح بھی داخل ہو جاتے ہیں۔۔ لوگوں کو جرائم سے نجات دلانے کے لیے اور ان کے حقوق دلانے کے لیے ہمیں ان گھروں میں اس طرح داخل ہونا ہی پڑتا ہے جن پر ہمیں شبہ ہوتا ہے۔۔ اس گھر کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ ہاں تو محمود، فاروق، فرزانہ تم لوگ کہاں تک پہنچے۔۔ کیا اوزنگا کی انگلیوں کے نشانات نصیر دادا کی انگلیوں کے نشانات سے مل چکے ہیں۔"

"جی نہیں، نشانات نہیں مل سکے۔۔ ہمارا خیال بالکل غلط نکلا۔" محمود نے کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔۔ اندازے غلط بھی ہو جاتے ہیں۔ تم انہیں خصوصی اجازت نامے دکھا دو ۔۔۔ تاکہ ہم یہاں سے جا سکیں۔"

"جی بہتر۔" محمود نے کہا اور جیب سے اجازت نامہ نکال کر دکھا دیا۔۔ راؤ شی خان نے اجازت نامے کو دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"اس اجازت نامے کی موجودگی میں آپ انہیں گرفتار نہیں

سکتے۔ آؤ بھئی چلیں۔" انہوں نے کہا۔

فاروق اور فرزانہ نے انسپکٹر جمشید اور خان رحمان کے ساتھ قدم اٹھائے، لیکن محمود اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔۔ اس نے اوزنگا کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا:

"ٹھہریے ابا جان، ابھی یہاں ہمارا کام ختم نہیں ہوا۔"

"میرا خیال بھی یہی تھا۔" انسپکٹر جمشید مڑتے ہوئے مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" فاروق اور فرزانہ دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔۔ خان رحمان بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔۔ راؤ شی خان اور اوزنگا نے چونک کر محمود کی طرف دیکھا۔۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"اس کیس کے سلسلے میں ہمیں جیل سپرنٹنڈنٹ اور خود اوزنگا صاحب نے کچھ بہت ہی کام کی باتیں بتائی ہیں۔۔ ان باتوں کی روشنی میں میں یہاں ٹھہر کر چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"باتوں کی روشنی میں باتیں۔" فاروق کے منہ سے بوکھلائے ہوئے انداز میں نکلا۔

"ہاں، جیلر صاحب نے بتایا تھا کہ نصیر دادا بہت اکھڑ تھا۔ اسے جیل میں ہر روز کھانا پہنچایا جاتا تھا۔ وہ سوجی کے حلوے اور سگریٹوں کا بہت شوقین تھا۔۔ ایک سگریٹ ختم ہوتا نہیں تھا کہ دوسرا سلگا لیتا تھا۔ ہم جب اس کمرے میں آئے تو

www.urdufanz.com

ناشتا میز پر لگایا جا چکا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ناشتے میں سوجی کا حلوہ بھی موجود ہے۔ یہ دیکھ کر، مجھے یقین ہو گیا کہ اوزنگا واقعی نصیر دادا ہے۔ میں بہت خوش ہوا۔ ارے ارے، اوزنگا صاحب، جیب میں ہاتھ لے جانے کی کوشش نہ کریں۔ میں جانتا ہوں، آپ پستول نکالنے کی فکر میں ہیں۔ یہ نہ بھولو کہ میرے ابا جان بھی جیب سے پستول نکال سکتے ہیں اور تم سے پہلے نکال سکتے ہیں۔" یہ کہتے وقت اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا تو واقعی ان کے ہاتھ میں پستول تھا۔

"تم فکر نہ کرو محمود، میں نے اس کا ہاتھ جیب کی طرف جاتے دیکھ لیا تھا، لیکن یہ پستول نکال نہیں سکتا تھا۔ اگر نکال لیتا تو اسی وقت پستول اس کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اسی لیے میں نے تمہاری گفت گو میں دخل دینے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ کیونکہ تمہاری گفت گو حد درجے دلچسپ پیرائے میں داخل ہو چکی تھی۔ ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم؟"

"جی ہاں، ابا جان۔ شکریہ، ناشتے میں سوجی کے حلوے کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا، پھر ان دونوں حضرات نے ہمارے سامنے ناشتا کیا اور آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ اوزنگا صاحب نے سوجی کے حلوے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ سارے کا سارا حلوہ راؤشی خان چٹ کر گئے۔"

"کیا؟" ان کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔ آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

○

چند لمحے تک گہری خاموشی چھائی رہی۔ ہر کوئی بت بن کر رہ گیا تھا۔ آخر محمود کی آواز ہی پھر ابھری:

"جی ہاں، اور ناشتا ختم ہونے کے بعد اوزنگا صاحب نے کوئی سگریٹ نہیں سلگایا؛ البتہ راؤشی خان نے فوراً ہی سگریٹ سلگایا تھا اور اس وقت سے لے کر اس وقت تک یہ چار پانچ سگریٹ پی چکے ہیں۔ ان کی انگلیوں میں اب بھی ایک سگریٹ دبا ہوا ہے، لہذا ہم یہ نتیجہ کیوں نہ نکالیں کہ نصیر دادا دراصل اوزنگا نہیں، راؤشی خان ہیں۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ایس پی کس طرح بن گئے۔ آخر پولیس میں بھرتی ہونے کے لیے انہیں سرٹیفکیٹ وغیرہ تو پیش کرنا پڑے ہوں گے۔ تو اس سوال کا جواب ہمیں اوزنگا کی باتوں کی روشنی میں ملتا ہے۔ انھوں نے بتایا تھا کہ ان کا دوست نصیر دادا بہت چالاک تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ کاغذات میں آدمی کا نام اور ہونا چاہیے، لوگوں میں اور، اور گھر میں اور — اور

www.urdufanz.com

یہ بھی کہ نصیر دادا ان کا نہ صرف کالج کے زمانے کا دوست تھا، بلکہ سکول کے زمانے کا بھی دوست تھا۔ تو کیوں نہ ابا جان، ذرا راؤشی خان کی انگلیوں کے نشانات کا اس فائل کے نشانات سے مقابلہ کر لیا جائے، اس میں کوئی حرج تو نہیں۔"

"بالکل نہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھا خیال ہے۔"

"اوزنگا، ان لوگوں کو اب یہاں سے زندہ واپس نہیں جانا چاہیے؛ ورنہ میں تو قتل کے جرم میں پھانسی پاؤں گا ہی، تم بھی ساری عمر کے لیے جیل جاؤ گے۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ ساری عمر مفرور کی حیثیت سے بھاگتے پھرنے سے یہ بہتر ہے کہ حلیہ تبدیل ہونے کے بعد اس قصبے میں پولیس میں بھرتی ہو جاؤں، تاکہ ساری عمر آرام سے کٹ جائے، لیکن پھر مجھے ترقی پر ترقی ملتی چلی گئی۔ پھر میں نے تمہیں قصبے میں وسیع پیمانے پر لوٹ مار کا اشارہ دے دیا؛ لیکن افسوس یہ لوگ نہ جانے کہاں سے ٹپک پڑے۔ خیر، کوئی بات نہیں، یہ لوگ اب یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے۔"

"تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے۔ تم لوگ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"مسٹر جمشید، یہ دارالحکومت نہیں ہے۔ یہاں کی پولیس میرے اشاروں پر عمل کرے گی۔" راؤشی خان نے کہا۔

"تم خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ اس وقت یہ مکان ملٹری کے گھیرے میں ہے۔ اگر یقین نہیں تو کسی کو چھت پر بھیج کر دیکھ لو۔"

"نہیں۔" راؤشی خان اور اوزنگا کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"بابر، فوراً چھت پر جاؤ اور دیکھو، کیا مکان واقعی ملٹری کے گھیرے میں ہے۔"

"جی بہتر۔" بابر نے کہا اور باہر نکل گیا۔ وہ واپس آیا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"ہر طرف ملٹری ہی ملٹری نظر آ رہی ہے جناب۔" اس نے تھر تھر کانپتے لہجے میں کہا۔

"ہمیں تو مرنا ہی ہے۔ کیوں نہ ان لوگوں کا خاتمہ کر کے مریں، جنہوں نے ہمیں تباہ کیا ہے۔" راؤشی خان نے کہا۔

"لیکن راؤشی خان، اس کا کیا فائدہ ہوگا۔ اگر ہم نے خود کو قانون کے حوالے کر دیا تو کم از کم ہمیں سزا ہی ہو گی نا۔ ہم جان سے تو نہیں جائیں گے، جب کہ تمہارے جرائم ہم سے زیادہ ہیں۔ اس لیے ہم ملٹری سے لڑنا منظور نہیں کریں گے۔"

"میرا جی چاہتا ہے، ایک گولی میں تمہارے اور دوسری

www.urdufanz.com

خود کو مار لوں۔" راؤ شی خان تلملا کر بولا۔

"میں نے تمہاری ماں کی برسوں خدمت کی ہے۔ کیا تم اس کا صلہ یہی دینا چاہتے ہو۔" اورنگا بولا۔

"ایسا تم نے میرے ہی اشاروں پر کیا تھا اور پھر میں تمہیں قصبے میں من مانی بھی تو کرنے دیتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم مجھے برابر کا حصہ دیتے تھے، لیکن یہ سب کچھ تم میری مہربانی سے کرتے تھے۔"

"کچھ بھی ہو، ان حالات میں میں ہتھیار نہیں اٹھاؤں گا۔" اورنگا بولا۔

"اور مسٹر نصیر دادا۔ اب تم تنہا رہ گئے ہو، لہذا ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

آہستہ آہستہ نصیر دادا کے ہاتھ اوپر اٹھتے چلے گئے۔

"جاؤ بابر، ملٹری کے لیے دروازہ کھول آؤ۔" انسپکٹر جمشید بولے اور وہ چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ان سب کو گرفتار کر کے اور محل میں جمع بے شمار دولت پر قبضہ کر کے باہر نکل رہے تھے۔ اس وقت محمود نے کہا:

"ایک منٹ ابا جان!"

"کیوں، اب کیا کسی اور بات کی روشنی رہ گئی ہے؟" فاروق نے بھنا کر کہا۔

"میں نصیر دادا سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔" نصیر دادا اس کی طرف دیکھنے لگا، تو وہ بولا:

"تمہاری ماں پندرہ سال سے گھر کا دروازہ کھولے تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ کیا تم جیل جانے سے پہلے اس سے ملنا پسند نہیں کرو گے، اس کی یہ خواہش پوری نہیں کرو گے کہ کبھی تو میرا بیٹا مجھ سے ملنے آئے گا۔"

"ہاں، میں اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ابا جان، میں چاہتا ہوں، اس کی ماں سے اسے ملا دیا جائے، کیونکہ اس کے بعد یہ پھر کبھی نہیں مل سکیں گے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ چلو، اس کی ماں کے گھر۔"

وہ بڑھیا کے مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا، دروازہ کھلا تھا۔ محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی۔ وہ جانتا تھا، اندر سے آواز آئے گی۔

"دروازہ کھلا ہے، اندر آ جاؤ۔"

لیکن اس کا خیال غلط نکلا۔ اندر سے کوئی آواز سنائی نہ دی۔ اتنے میں نصیر دادا اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے وہ بھی اندر چلے اور پھر سب کے سب دھک سے رہ گئے۔ بڑھیا

www.urdufanz.com

کی روح جسم سے پرواز کر چکی تھی — اس کا خدمت گار بوڑھا سکتے کی حالت میں اس کے سرہانے بیٹھا تھا — شاید اتنا عرصہ اس کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسے بھی اس سے اُنس ہو گیا تھا۔

ان کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے — وہ سر جھکائے باہر نکل آئے —

---

www.urdufanz.com
اشتیاق احمد۔۔۔ یہ نام اچانک میرے سامنے آیا اور میرے دل و دماغ پر کچھ اس
طرح چھا گیا کہ چاروں طرف یہی نام گردش کرتا نظر آیا۔۔۔ یا یوں کہیں کہ ان کے
ناولوں نے میرا گھیراؤ کر لیا۔۔۔ اور لیبیا میں وقت انھی ناولوں کے سہارے گزرنے
لگا۔۔۔ اس وقت میں نے یہ بات خواب میں بھی نہیں سوچی تھی کہ ایک دن میں ذاتی
طور پر اشتیاق احمد سے منسلک ہو جاؤں گا۔۔۔ پاکستان آیا ان سے ملا تو ان کا گرویدہ ہوتا
چلا گیا۔
اشتیاق احمد بچوں کے لیے بیس سال سے لکھ ... لکھتے لکھتے بڑے
ہونے کی بجائے بچے ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔ مجھے ڈر ہے ... وہ اپنی آخری عمر میں
چھوٹے سے بچے نہ رہ جائیں۔
اسی حوالے سے بچے انھیں پسند کرتے ہیں کہ وہ کوئی ... بوڑھوں کی طرح
ناولوں میں نصیحتیں نہیں کرتے نظر آتے۔۔۔ بلکہ ... مزاح کے رنگ
میں' جاسوسی کے لبادے میں مہمات کی ر... ناولوں کے ساتھ ساتھ'
قارئین کو بہا لے جاتے ہیں۔
اور یہی ان کا مخصوص انداز ہے۔
طاہر ایس ملک
ترتیب پبلشرز :- 1- میاں مار... اردو بازار لاہور